معاویہ اور باغی جماعت

ایک علمی اور تحقیقی جائزہ

مرتب
خسرو قاسم

نام کتاب	:	معاویہ اور باغی جماعت ایک علمی اور تحقیقی جائزہ
مرتب	:	خسرو قاسم
صفحات	:	۱۰۴
سن اشاعت	:	۲۰۲۴ء
پرنٹنگ	:	مشکوٰۃ پرنٹرس، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ

Khusro Qasim
Ali Academy
3, Raipura Lodge,
Dodhpur, Aligarh - 202002 (INDIA)
Mob. 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

متفق علیہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے عمار! انتہائی افسوس کی بات ہے کہ تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، تم اسے جنت کی طرف بلا رہے ہو گے اور وہ تمھیں جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ دواوین کتب حدیث میں یہ حدیث مکمل صراحت کے ساتھ موجود ہے اور تاریخی اعتبار سے یہ پختہ شہادت موجود ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ اس جنگ صفین میں قتل کیے گئے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ کے درمیان ہوئی تھی۔ عمار رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ کر رہے تھے اور مخالف فوج یعنی معاویہ کی فوج میں شامل ابوالغادیہ نام کے شخص نے قتل کر ڈالا۔ ابوالغادیہ کے بارے میں بھی تفصیلات ملتی ہیں۔ یہ معاویہ کی فوج میں شامل تھے۔ جب عمار بن یاسر کے قتل کی خبر عمرو بن عاص کو ملی تو وہ پریشان ہو اٹھے کیوں کہ انھیں یہ حدیث معلوم تھی کہ عمار کو قتل کرنے والا گروہ باغی ہوگا۔ انھیں نے اسی اضطراب کے عالم میں جب معاویہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا کہ کیا ہوا، اگر عمار قتل کر دیے گئے، ان کو قتل ان لوگوں نے کیا ہے جو انھیں میدان جنگ میں لائے تھے۔

ہماری کتابوں میں یہ بحث بڑی تفصیل کے ساتھ ملتی ہے لیکن حقیقت نہ واضح کی جاتی ہے اور نہ دوٹوک انداز میں اس کو بیان کیا جاتا ہے بلکہ طرح طرح کی تاویل کر کے اصل ذمہ داروں کو بچایا جاتا ہے اور ان کی طرف سے کئی ایک عذر پیش

کیے جاتے ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب اسی مسئلے کا ایک علمی و تحقیقی جائزہ ہے، جس میں تمام دلائل وشواہد کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق اور حقیقت دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے قارئین کے تاثرات کا انتظار رہے گا۔

طالبِ شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خسرو قاسم

Assistant Professor
Mechanical Engineering Department,
A.M.U. Aligarh

Phone No.: 08755878084

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بحث

حدیث نبوی: ''ویح عمار تقتله الفئة الباغية'' کی تخریج

(الف) چند بڑے مصادر جن میں حدیث کو صحیح کہا گیا ہے:

پہلا مصدر:

صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری کہتے ہیں:

حدثنا مسدد، قال: حدثنا عبد العزيز بن مختار، قال: حدثنا خالد الحذاء، عن عكرمة، قال لی ابن عباس ولابنه علی: انطلقا إلى ابی سعيد فاسمعا من حديثه، فانطلقنا فإذا هو فی حائط يصلحه فاخذ رداء ه فاحتبی، ثم انشا يحدثنا حتى اتى ذكر بناء المسجد، فقال: كنا نحمل لبنة لبنة، وعمار لبنتين لبنتين فرآه النبی صلى الله عليه وسلم فينفض التراب عنه، ويقول: ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار، قال: يقول عمار: اعوذ بالله من الفتن.

''عکرمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان

کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں''۔ (صحیح البخاری 1/97، رقم الحدیث: 447)

صحیح بخاری ہی میں ایک دوسری جگہ امام بخاری کہتے ہیں:

حدثنا إبراهيم بن موسى، اخبرنا عبد الوهاب، حدثنا خالد، عن عكرمة، ان ابن عباس قال له، ولعلي بن عبد الله: ائتيا ابا سعيدفاسمعا من حديثه فاتيناه، وهو واخوه في حائط لهما يسقيانه فلما رآنا جاء فاحتبى وجلس، فقال: كنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة، وكان عمار ينقل لبنتين لبنتين، فمر به النبي صلى الله عليه وسلم، ومسح عن راسه الغبار، وقال: ويح عمار تقتله الفئة الباغية عمار يدعوهم إلى الله، ويدعونه إلى النار.

''عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور علی بن عبداللہ (اپنے صاحبزادے) سے فرمایا تم دونوں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے احادیث نبوی سنو۔ چنانچہ ہم حاضر ہوئے اس وقت ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ باغ میں تھے اور باغ کو پانی دے رہے تھے جب آپ نے ہمیں دیکھا تو (ہمارے پاس) تشریف لائے اور (چادر اوڑھ کر) گوٹ مار کر بیٹھ گئے اس کے بعد بیان فرمایا ہم مسجد نبوی کی اینٹیں (ہجرت نبوی کے بعد تعمیر مسجد کیلئے) ایک ایک کر کے ڈھو رہے تھے لیکن عمار رضی

اللہ عنہ دو دو اینٹیں لا رہے تھے اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے اوران کے سر سے غبار کو صاف کیا پھر فرمایا افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت مارے گی یہ تو انہیں اللہ کی (اطاعت کی) طرف دعوت دے رہا ہوگا لیکن وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے''۔(صحیح البخاری 1/21،رقم الحدیث:2812)

دوسرا مصدر:

امام مسلم اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

وحدثنی محمد بن عمرو بن جبلة ، حدثنا محمد بن جعفر .ح وحدثنا عقبة بن مکرم العمی ، وابو بکر بن نافع ، قال عقبة:حدثنا، وقال ابو بکر:اخبرنا غندر ، حدثنا شعبة ، قال:سمعت خالدا یحدث، عن سعید بن ابی الحسن ، عن امه ، عن ام سلمة ، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال لعمار: تقتلک الفئة الباغیة.

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا:تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔
(صحیح مسلم،ص:1169،رقم الحدیث:2916)

صحیح مسلم میں ہی ایک دوسری حدیث ہے:

وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا إسماعیل بن إبراهیم ، عن ابن عون ، عن الحسن ، عن امه ، عن ام سلمة ، قالت:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:تقتل عمارا الفئة الباغیة.

ابن عون نے حسن سے انھوں نے اپنی والدہ سے اور انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔(صحیح مسلم،ص:1169،رقم الحدیث:2916)

تیسرا مصدر

امام احمد اپنی مسند میں کئی مقامات پر یہ روایت نقل کرتے ہیں:

حدثنا محبوب بن الحسن،عن خالد ،عن عکرمة، ان ابن عباس قال لہ و لابنه علی: انطلقا إلی ابی سعید الخدری،فاسمعا من حدیثه، قال :فانطلقنا، فإذا هو فی حائط له، فلما رآنا اخذ رداء ه، فجاء نا، فقعد، فانشا یحدثنا، حتی اتی علی ذکر بناء المسجد، قال: کنا نحمل لبنة لبنة، وعمار بن یاسر یحمل لبنتین، لبنتین، قال: فرآه رسول الله صلی الله علیه وسلم، فجعل ینفض التراب عنه، ویقول: یا عمار، الا تحمل لبنة کما یحمل اصحابک، قال: إنی ارید الاجر من الله، قال: فجعل ینفض التراب عنه، ویقول: ویح عمار، تقتله الفئة الباغیة، یدعوهم إلی الجنة، ویدعونه إلی النار. قال: فجعل عمار یقول: اعوذ بالرحمن من الفتن.

"عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا کہ تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے حدیث کی سماعت کرو، ہم دونوں چلے گئے، اس وقت وہ اپنے ایک باغ میں تھے، ہمیں دیکھ کر انہوں نے اپنی چادر پکڑ لی اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے اور احادیث بیان کرنے لگے، اسی دوران چلتے چلتے تعمیر مسجد کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے سر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا عمار ! تم اپنے ساتھیوں کی طرح ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھا کر لاتے؟ انہوں نے کہا کہ میں ثواب کی نیت سے کر رہا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر کو جھاڑتے جاتے تھے فرماتے جاتے تھے کہ ابن سمیہ! افسوس کہ تمہیں

ایک باغی گروہ شہید کردے گا تم انہیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے، اس پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں ہر طرح کے فتنوں سے رحمان کی پناہ میں آتا ہوں''۔(مسند احمد 369-18/368،رقم الحدیث:11861)

شعیب ارنؤوط نے اس حدیث پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد نے یہ حدیث مختصرا کئی ایک جگہوں پر ذکر کی ہے،ان تمام پر مجموعی اعتبار سے شعیب ارنؤوط نے صحت کا حکم لگایا ہے۔مسند احمد میں اس روایت کے لیے مندرجہ ذیل حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(17/53،رقم الحدیث:11011،17/257،رقم الحدیث:11166،17/319 ،رقم الحدیث : 11221، 37/297،رقم الحدیث: 22609، 37/298،رقم الحدیث: 22610، 44/189،رقم الحدیث: 26563، 44/255،رقم الحدیث :26650،280-44/279،رقم الحدیث:26680)

چوتھا مصدر

امام ابن حبان اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

أخبرنا أحمد بن علی بن المثنی حدثنا محمد بن المنهال الضرير حدثنا يزيد بن زريع حدثنا خالد الحذاء عن عكرمة عن أبي سعيد الخدری ، قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ويح ابن سمية ، تقتله الفئة الباغية ، يدعوهم إلى الجنة ، ويدعونه إلى النار .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن سمیہ!افسوس کہ تمہیں ایک باغی گروہ شہید کردے گا تم انہیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے''۔(صحیح ابن حبان،554-15/553، رقم الحدیث :7079-7078)

پانچواں مصدر

امام سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' میں امام بخاری کی صحیح کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار.

''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی''۔(الجامع الصغیر،ص:572، رقم الحدیث:9640)

چھٹا مصدر

معاصر علماء میں جن حضرات نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے، ان مین ایک علامہ البانی بھی ہیں۔انھوں نے ''صحیح الجامع الصغیر'' میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے اور اس پر صحت کا حکم لگایا ہے:

ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار.

''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہوگی''۔(صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ)

البتہ علامہ البانی نے سلسلہ احادیث صحیحہ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے:

أبشر عمار!تقتلك الفئة الباغية.

''عمار بشارت ہو،تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔

(سلسلة الأحاديث الصحيحة،2/327رقم الحديث:710)

یہ چند خاص،اہم اور بڑے مصادر تھے جن میں یہ حدیث مذکور ہے اور اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا گیا ہے،ان کے علاوہ بھی کئی ایک مصادر ہین جن کا ذکر اختصار کے مدنظر نہیں کیا جارہا ہے،جن مصادر کا ہم نے ذکر کردیا ہے،وہ حدیث کی صحت

اور اس کے قابل اعتماد ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہیں،سند کے لحاظ سے اس حدیث میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ب) اس حدیث کو متواتر کہنے والے علماء کی رائیں

ایسے کبار حفاظ حدیث اور سیر وتراجم کے ممتاز مصنفین کی ایک بڑی تعداد ہے جس نے زیر بحث حدیث پر صرف صحت ہی کا حکم نہیں لگایا ہے بلکہ وہ اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہیں۔ بلکہ بعض حضرات نے تو اس حدیث کو اعلام نبوت میں سے شمار کیا ہے کیوں کہ اس میں مستقبل میں پیش آنے والے ایک واقعے کی خبر دی گئی ہے،اس طرح یہ ایک طرح کا معجزہ ہے اور اس نوع کی احادیث کتب احادیث میں نادرالوجود کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہم ذیل میں ایسے کئی محدثین اور کبار علمائے اسلام کے اقوال ذکر کرتے ہیں:

(1)ابن عبدالبر اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب'' میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے ترجمے میں حدیث:''**تقتلک الفئة الباغية**'' کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ سے بہ سند متواتر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔اس حدیث میں آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے، یہ اعلام نبوت میں سے ایک ہے،اور یہ صحیح ترین احادیث میں سے ہے''۔(الاستیعاب 3/1140، رقم الحدیث:1863)

(2)حافظ مزی اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ سے اس مفہوم کی روایات متواتر ہیں کہ آپ نے عمار سے فرمایا:''تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔یہ حدیث عمار بن یاسر،عثمان بن عفان،عبداللہ بن مسعود،حذیفہ بن یمان ،عبداللہ بن عباس اور دوسرے کئی ایک

صحابہ سے مروی ہے"۔ (تہذیب الکمال 21/224، رقم الترجمہ:1863)

(3) حافظ ذہبی اپنی کتاب "سیر أعلام النبلاء" میں زیر بحث حدیث کو کئی ایک سندوں کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس باب میں کئی ایک صحابہ سے حدیث مروری ہے لہذا وہ متواتر ہے"۔ (سیر أعلام النبلاء، 1/421)

اسی طرح امام ذہبی اپنی دوسری کتاب "تاریخ الاسلام" میں اس حدیث کے کئی طرق کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ حدیث ابن عباس، ابن مسعود، حذیفہ، ابورافع، جابر بن سمرہ، ابوالیسر سلمی، کعب بن مالک، انس، جابر وغیرہ سے مروی ہے، اس طرح وہ نبی اکرم ﷺ سے بہ طریق تواتر منقول ہے"۔ (تاریخ الاسلام، 2/328)

(4) صفدی اپنی کتاب "الوافی بالوفیات" میں لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ سے بہ سند متواتر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے، یہ اعلام نبوت میں سے ایک ہے، اور یہ صحیح ترین احادیث میں سے ہے"۔ (الوافی بالوفیات، 22/233)

(5) حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "**الاصابة فی تمییز الصحابة**" میں عمار بن یاسر کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ سے بہ سند متواتر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمار جنگ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے"۔ (**الاصابة فی تمییز الصحابة**، 4/575 **رقم الترجمة**:5708)

حافظ ابن حجر اپنی کتاب "فتح الباری" میں بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کی شرح

کرتے ہوئے فائدہ کے زیرِعنوان لکھتے ہیں:

روى حديث "تقتل عمارا الفئة الباغية" جماعة من الصحابة: منهم قتادة بن النعمان كما تقدم، وأم سلمة عند مسلم، وأبو هريرة عند الترمذى، وعبد الله بن عمرو بن العاص عند النسائى، وعثمان بن عفان وحذيفة وأبو أيوب وأبو رافع وخزيمة بن ثابت ومعاوية وعمرو بن العاص وأبو اليسر وعمار نفسه، وكلها عند الطبرانى وغيره، وغالب طرقها صحيحة أو حسنة، وفيه عن جماعة آخرين يطول عدهم، وفى هذا الحديث علم من أعلام النبوة وفضيلة ظاهرة لعلى ولعمار.

"حدیث "عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"، صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں: قتادہ بن نعمان جیسا کہ بیان کیا گیا، صحیح مسلم میں ام سلمہ، ترمذی میں ابوہریرہ، نسائی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص، طبرانی وغیرہ میں عثمان بن عفان، حذیفہ، ابوایوب، ابورافع، خزیمہ بن ثابت، معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالیسر، اور خود عمار۔ ان صحابہ سے مروی احادیث کی اکثر سندیں صحیح یا حسن ہیں، بعض دوسرے صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے جن کا ذکر طوالت کا سبب ہوگا۔ یہ حدیث نبوت کی ایک بڑی نشانی ہے، اور اس سے علی اور عمار رضی اللہ عنہما کی فضیلت نمایاں ہو رہی ہے"۔ (فتح الباری، 1/543)

(6) ابوعبداللہ ادریسی معروف بہ کتانی نے اپنی کتاب "نظم المتناثر" میں اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اکتیس (٣١) شمار کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث کو "الأزھار" کے مصنف نے مندرجہ ذیل صحابہ سے نقل کیا ہے:

(١) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

(٢) ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ

(۳) ام سلمہ رضی اللہ عنہا
(۴) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
(۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
(۶) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
(۷) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
(۸) ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۹) عمر بن حزم رضی اللہ عنہ
(۱۰) خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ
(۱۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(۱۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ
(۱۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(۱۴) ابورافع رضی اللہ عنہ
(۱۵) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۱۶) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
(۱۷) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
(۱۸) زید بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ
(۱۹) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
(۲۰) ابوالیسر سلمی کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
(۲۱) زیاد بن فرد رضی اللہ عنہ
(۲۲) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
(۲۳) ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ
(۲۴) عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ کل تعداد میں چوبیس ہوئے لیکن میں کہتا ہوں کہ کتانی نے خود بعض دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے:

(۲۵)ابن عمر رضی اللہ عنہما

(۲۶)ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

(۲۷) قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

(۲۸) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۲۹) عمر بن میمون (ابن عساکر کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن دیدار نبوی سے مشرف نہیں ہوسکے)

(۳۰) عمر رضی اللہ عنہ

(۳۱) عمار بن یاسر کی کنیز

اس حدیث کو متواتر کہنے والے امام سیوطی ہین جنھوں نے خصائص کبری میں یہ صراحت کی ہے۔(**النظم المتناثر**،ص:197)

یہ ہیں ان اصحاب نبوی کے اسمائے گرامی جن سے یہ حدیث مروی ہے اور یہ ہیں محدثین اور علمائے اسلام کے اقوال جنھوں نے صراحت کے ساتھ حدیث:''عماراً تقتلہ الفئۃ الباغیۃ'' کو متواتر لکھا ہے۔معاصر علماء میں سے کئی ایک حضرات ہیں جو علمائے متقدمین کی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں۔بہر حال حدیث کی استنادی اور فنی حیثیت سے آگے سب سے اہم مسئلہ اس کی دلالت کا ہے، اس کے مقاصد اور مضمرات کا ہے، اسلامی تاریخ میں اس تعلق سے جو تلبیسات پائی جاتی ہیں،ان سے پردہ ہٹانے کی ضرورت ہے۔اگلی بحث میں ہم اس حدیث کی شرح وتفسیر کرتے ہوئے اس مسئلے میں جو مختلف رجحانات پائے جاتے ہیں،ان پر گفتگو کریں گے۔

دوسری بحث
حدیث کی دلالت، اس کا مفہوم اور اس کی تشریح میں مختلف رجحانات

زیر بحث حدیث کی شرح وتفسیر میں یہ بات مختلف فیہ نہیں ہے کہ باغی گروہ کون ہے کیوں کہ مسلمانوں کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد معاویہ، ان کے ساتھی اور ان کا وہ لشکر ہے جس نے شرعی بنیاد پر قائم ایک سیاسی اقتدار کے خلاف بغاوت کی تھی اور وہ خلافت امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی تھی بلکہ اصل اختلاف اس باغی گروہ پر شرعی حکم لگانے میں ہے اور وہ بھی اسلام کے اصولوں اور اس کے معیارات کی روشنی میں۔ زیر بحث حدیث میں یہی پہلو قابل غور ہے۔

امام قرطبی (متوفی: ٦٧١ھ) اپنی کتاب ''الجامع لاحکام القرآن'' میں آیت کریمہ: ﴿و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا......﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل اسلام کے نزدیک یہ بات محقق ہے اور دینی دلیل سے بھی ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق تھے، ان کے خلاف جن لوگوں نے خروج کیا، وہ باغی تھے، ان سے قتال کرنا واجب تھا تا آنکہ وہ حق کی طرف واپس آجائیں اور صلح کر کے اطاعت قبول کرلیں''۔ (الجامع لاحکام القرآن، 16/318)

علامہ مناوی نے ''فیض القدیر'' میں عبدالقاہر جرجانی کی کتاب ''الامامۃ'' سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

”حجاز اور عراق کے فقہائے حدیث اور اہل الرائے یعنی امام مالک،امام شافعی،امام ابوحنیفہ،امام اوزاعی اور متکلمین اور عام مسلمانوں کے جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اہل صفین نے اپنی جنگ میں حق بہ جانب تھے ،اسی طرح وہ جنگ جمل میں بھی حق بہ جانب تھے۔جن لوگوں نے ان سے جنگ کی ،وہ ان سے بغاوت کرنے والے اور ظالم تھے،لیکن اس بغاوت کی وجہ سے مخالفین علی کی تکفیر نہیں کی جائے گی“۔(**فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،** 6/365)

اس طرح ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ معاویہ اور ان کے متبعین کا شمار باغیوں میں ہوتا ہے۔لیکن یہاں حدیث کا صرف ایک ٹکڑا زیر بحث نہیں ہے بلکہ پوری حدیث زیر بحث ہے اور حکم پوری حدیث کو سامنے رکھ کر لگایا جائے گا،خاص طور پر اس صورت میں جب کہ ہمیں گزشتہ احادیث میں یہ حدیث بھی پڑھنے کو ملی ہے کہ آپ ﷺ نے عمار سے فرمایا تھا:”تم انھیں جنت کی طرف بلا رہے ہوگے اور وہ تمھیں جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے“۔اس حدیث کی روشنی میں معاویہ جہنم کی طرف بلانے والوں کے مصداق تھے،نہ کہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ اور ان کے امام تھے۔

حدیث کی یہ تشریح اور تحدید جس کا اعتراف وہ حضرات نہیں کرنا چاہتے جو معاویہ کا دفاع کرتے ہیں،اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حدیث کی تاویل کرتے ہیں،اس کی عجیب وغریب تفسیر بیان کرتے ہیں جب کہ حدیث ان کی کسی تاویل کو قبول نہیں کرتی ہے۔

یہ دفاعی موقف ان کو الٹے پاؤں لوٹنے پر مجبور کردیتا ہے اور پھر وہ حدیث زیر بحث کی صحت پر کلام کرنے لگتے ہیں،اس کی دلالت پر شکوک وشبہات کھڑے کردیتے ہیں یا اس کے درست اور صحیح مفہوم پر نظر ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

جیسا کہ امام احمد سے نقل کیا گیا ہے:

خلال اپنی کتاب ''السنہ'' میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن ابراہیم سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے:

روی فی ''تقتل عماراً الفئة الباغية'' ثمانية وعشرون حديثاً ليس فيها حديث صحيح.

''حدیث: ''**تقتل عماراً الفئة الباغية**'' کے سلسلے میں اٹھائیس (۲۸) حدیثیں مروی ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے''۔(**السنة**، ص: 463، **المسألة** :722)

اسی کتاب میں یہ روایت بھی ہے۔خلال کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی احمد بن حازم اور عبداللہ بن عباس طیالسی نے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم سے بیان کیا اسحاق بن منصور نے، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ابوعبداللہ سے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا جو آپ نے عمار سے فرمایا کہ تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اس حدیث پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔طیالسی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: اس حدیث کو ترک کر دینا ہی سب سے زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔(السنة، ص:463، المسألة :720)

اسحاق بن منصور جن سے خلال روایت نقل کرتے ہیں، ان کی روایت ''مسائل الامام أحمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ میں موجود ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا جو آپ نے عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو انھوں نے جواب دیا:

لا أتكلم فيه ،تركه أسلم.

''میں اس حدیث پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کو ترک کر دینا ہی بہتر

ہے‘‘۔

(مسائل الامام أحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ، 9/4890-4891)

کے بعض نسخوں میں ہے کہ اسحاق بن منصور نے ذاتی طور پر یہ سوال اسحاق بن راہویہ کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے یہ مجمل سا جواب دیا: بلکہ وہ اوران کے اصحاب۔

(مسائل الامام أحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه ، 9/4890-4891)

کتاب کے محقق ڈاکٹر سلیمان بن عبداللہ عمیر جنھوں نے امام احمد کے موقف میں اضطراب کی نشاندہی کی ہے، اسحاق بن راہویہ کے اس جملے پر حاشیہ لگا کر لکھتے ہیں:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے یہ بات فیصلہ کن انداز میں کہی ہے اور اس کی تاکید فرمائی ہے، اور اپنے بعد اپنے اصحاب کو بھی اسی راہ پر چلنے کو کہا ہے، پھر یہ احتمال بھی ظاہر کیا ہے کہ ’’ھو‘‘ ضمیر سے خود امام احمد بن حنبل مراد ہوں۔ آگے لکھتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کے اس مجمل جملے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام احمد اوران کے اصحاب اس حدیث کو درست سمجھتے اور اس کو برقرار رکھتے تھے۔ (منہاج السنۃ لابن تیمیہ، 4893)

بعض حضرات نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے معاویہ کے دفاع میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ انھوں نے حدیث عمار کے سلسلے میں امام احمد کی تاویل وتوجیہ پر اکتفا نہ کرتے ہوئے معاویہ کو نہ صرف باغی تسلیم کرنے سے منع کر دیا ہے بلکہ وہ ان کا خطا کار ماننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔

صالح فوزان ،محمد بن عبدالوہاب کی کتاب عقیدہ کی شرح کرتے ہوئے شہادت عثمان غنی کے بعد مسلمانوں کے اندر رونما ہونے والی صورت حال پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فتنے کے وقت صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات پیدا ہوئے، وہ ان کے اختیار میں نہیں تھے، بلکہ وہ ان اختلافات میں مبتلا ضلالت وگمراہی کی دعوت دینے والوں جو ان کے درمیان دسیسہ کاری کررہے تھے جیسے عبداللہ بن سبا اور اس کے متبعین کی وجہ سے ہوئے تھے۔ یہی سبائی گروہ ان کے درمیان فتنے کی آگ بھڑکارہا تھا جس کی وجہ سے ان کے درمیان جنگیں ہوئیں۔اس سلسلے کا پہلا فتنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جو ولی امر تھے، ان کی تنقیص کا تھا۔انھوں نے ان کی تنقیص کی، ان پر طعنہ زنی کرتے رہے، آخر کار سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی اور پھر صحابہ کرام اختلافات میں ڈال دیے گئے۔ ہم صحابہ کے ان اختلافات میں نہیں جاتے کہ علیؑ کو خطا کار کہیں یا معاویہ کو خطا کار سمجھیں، ہم اس طرح کی کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکال سکتے۔ یہ ساری صورت حال ان کے اجتہاد کا نتیجہ تھی، ان میں سے ہر ایک صرف حق کی نصرت چاہتا تھا‘‘۔(**شرح رسالة الامام المجددمحمد بن عبدالوهاب**، ص:108-107)

فوزان نے معاویہ اوران کے متبعین کے لیے جو عذر پیش کیا ہے، ابھی ہم اس کا مناقشہ نہیں کررہے ہیں، آگے یہ بحث آرہی ہے۔ہم دوسرے نقاط جو زیادہ اہم ہیں، ان پر توجہ مبذول کررہے ہیں۔امام علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے والے معاویہ کو باغی نہ سمجھنا اور انھیں خطا کار نہ قرار دینا کوئی نیا نظریہ نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے خود معاویہ نے حدیث عمار میں وارد لفظ باغیہ کی عجیب تشریح کی ہے جو نصوص کی لغوی توجیہ کی بدترین مثال ہے۔

(۱) سب سے پہلے ہم معاویہ کی اس تاویل اور تلبیس کو پیش کریں گے جو انھوں نے لوگوں کے سامنے حدیث عمار کی بیان کی۔

(۲) ہم بعض شارحین حدیث کے اقوال پیش کریں گے جن میں وہ باغی گروہ کی تفسیر معاویہ اوران کے متبعین سے کرتے ہیں۔اس معاملہ میں پوری تاریخ اسلامی

میں کبھی کسی کو شک نہیں ہوا ہے جیسا کہ پیچھے جرجانی اور مناوی کے اقوال میں دیکھ چکے ہیں، ہم یہاں یہ اقوال تذکیر کے طور پر نقل کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہوسکے کہ معاویہ کا دفاع کرنے والے کہاں کھڑے ہیں اور ان کا یہ دفاع مسلمانوں کے اجماع کو توڑنے کے مترادف ہے۔

(۳) ہم بعض ایسی دفاعی کوششوں کا بھی تجزیہ کریں گے جن کے نتیجے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ معاویہ باغی گروہ سے نہیں تھے اور وہ جہنم کی طرف دعوت نہیں دے رہے تھے۔

(۱) حدیث عمار کی تاویل معاویہ

جن حضرات نے معاویہ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کو سنت نبویہ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اور نہ وہ ایسے شخص تھے جو خود کو سنت نبویہ کا پابند بنانا چاہتے تھے، ہاں جن احادیث سے ان کی سلطنت کو وسعت مل سکتی تھی، جن سے ان کے مفادات وابستہ تھی اور جن سے ان کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہوسکتا تھا، ان کا برابر استعمال کرتے رہتے تھے لیکن حدیث عمار کے سلسلے میں وہ ایک واضح نص کے سامنے عاجز رہ گئے کیوں کہ اس حدیث کا مفہوم اتنا صاف اور واضح تھا کہ تمام مسلمان اس کو سمجھتے تھے، اسی لیے انھوں نے اس حدیث کی تاویل کرنے کی کوشش کی۔

معاویہ نے حدیث عمار کی تاویل جس طرح کی ہے، اس کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نصوص کے فہم کے جو مسلمہ اصول ہیں، ان کو کس طرح توڑا گیا ہے، انھوں نے اس حدیث کی دو تاویلیں کی ہیں:

پہلے تو انھوں نے لفظ باغیہ کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے، اعتراف بھی کیا ہے کہ وہ باغی ہیں لیکن بغی کی تفسیر ظلم و زیادتی، معصیت و نافرمانی اور تمرد و سرکشی سے کرنے

کے بجائے اس کی تفسیر ارادہ کرنے اور طلب کرنے سے کی اور کہا کہ ہم وہ گروہ ہیں جو خون عثمان کا مطالبہ لے کر اٹھا ہے، یعنی ہم قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، اس تاویل کے ساتھ حدیث کے مختصر الفاظ محض ایک خبر بن کر رہ جاتے ہیں جس میں کوئی سلبی مفہوم نہیں پایا جاتا۔

حدیث کی تاویل کا دوسرا طریقہ معاویہ نے جو اختیار کیا ہے، وہ بھی لفظ ''قتل'' سے کھلواڑ کرنے کے مترادف ہے۔ ان کے خیال میں ''تقتلہ'' کا مطلب ہے: قتل کے لیے میدان جنگ میں لانا اور جنگی صفوں میں انھیں داخل کرنا۔ اس سے براہ راست قتل کرنا مراد نہیں ہے۔ ایسی صورت میں حدیث کا مطلب ہوگا کہ وہ گروہ جو انھیں قتل ہونے کے لیے میدان جنگ میں لایا۔ اس تاویل کی روشنی میں اس حدیث کا مصداق امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، معاویہ نہیں۔

ذیل میں درج وہ روایات قابل غور ہیں جن میں معاویہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے:

(۱) عبدالرزاق صنعانی اپنی ''مصنف'' میں بہ سند معمر عن ابن طاووس عن ابی حزم عن عمرو بن حزم روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا:

لما قتل عمار ابن ياسر، دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص فقال: قتل عمار، وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: تقتله الفئة الباغية، فقام عمرو يرجع فزعا حتى دخل على معاوية، فقال له معاوية: ما شأنک؟ فقال: قتل عمار، فقال له معاوية: قتل عمار فماذا؟ قال عمرو: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: تقتله الفئة الباغية، فقال له معاوية: دحضت في بولک، أنحن قتلناه؟ إنما قتله على وأصحابه، جاء وا به حتى ألقوه تحت رماحنا - أو قال: بين سيوفنا. (المصنف لعبدالرزاق الصنعانی، 11/240، رقم

الحدیث:20427)

''جب عمار بن یاسر شہید ہوگئے تو عمرو بن حزم، عمرو بن عاص کے پاس پہنچے اور خبر دی کہ عمار کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر عمرو بن عاص گھبرا اٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو پوچھا: کیا بات ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ عمار شہید کر دیے گئے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اگر عمار شہید کر دیے گئے تو کیا ہوا؟ عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ نے ان سے کہا کہ تم تو اپنے پیشاب میں لتھڑ جاؤ، کیا عمار کو ہم نے قتل کیا ہے بلکہ ان کے قاتل علی اور ان کے ساتھی ہیں جو ان کو لے کر یہاں آئے اور ہمارے نیزوں رہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا''۔

یہ حدیث امام احمد نے اسی سند کے ساتھ اپنی مسند میں ذکر کی ہے اور اس پر صحت کا حکم شعیب ارنووط، حمزہ احمد زین اور مقبل وادعی نے لگایا ہے۔

(مسند احمد، ج 29:صص:317-316،رقم الحدیث:17778،مسند احمد، ج 13:صص:494-493،رقم الحدیث: 17706،الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین، ج: 2،ص:81،رقم الحدیث: 1003،الصحیح المسند من دلائل النبوة، ص:479،رقم الحدیث:524)

(۲) امام احمد اپنی مسند میں ذکر کرتے ہیں:

حدثنا ابو معاویة، حدثنا الاعمش، عن عبد الرحمن بن زیاد، عن عبد الله بن الحارث، قال: إنی لاسیر مع معاویة فی منصرفه من صفین، بینه وبین عمرو بن العاص، قال: فقال عبد الله بن عمرو بن العاص: یا ابت، ما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول

لعمار: ويحک يا ابن سمية !تقتلک الفئة الباغية؟ قال: فقال عمرو لمعاوية: الا تسمع ما يقول هذا؟ فقال معاوية: لا تزال تاتينا بهنة، انحن قتلناه؟إنما قتله الذين جاء وا به. (مسند احمد بن حنبل، 11/42رقم الحديث:6499)

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ جنگ صفین سے فارغ ہو کر آ رہے تھے تو میں ان کے اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان چل رہا تھا سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے والد سے کہنے لگے ابا جان کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ افسوس! اے سمیہ کے بیٹے تجھے ایک باغی گروہ قتل کر دے گا؟ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے کہا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ امیر معاویہ کہنے لگے تم ہمیشہ ایسی ہی پریشان کن خبریں لے آنا کیا ہم نے انہیں شہید کیا ہے؟ انہوں تو ان لوگوں نے ہی شہید کیا ہے جو انہیں لے کر آئے تھے۔

اس حدیث کو شعیب ارنووط اور احمد محمود شاکر دونوں نے صحیح کہا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل،تحقيق:احمد محمود شاكر،دارالحديث القاهرة،الطبعة الأولى،١٩٩٥،ج:6،ص:41،رقم الحديث:6499، أيضاً: ج:6،صص:399-398،رقم الحديث:6926)

(۳) ابو یعلی موصلی اپنی مسند میں روایت نقل کرتے ہیں:

حدثنا إسحاق بن أبى إسرائيل و إبراهيم بن محمد بن عرعرة - ونسخته عن نسخة إبراهيم -قالا :حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن ابن طاووس عن أبى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه قال: دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص فقال: قتل عمار وقد قال رسول الله -صلى الله عليه و سلم: تقتله الفئة الباغية فدخل

عمرو علی معاویة فقال:قتل عمار قال معاویة:قتل عمار فماذا ؟ قال:سمعت رسول الله -صلی الله علیه و سلم -یقول:تقتله الفئة الباغیة قال:دحضت فی بولک أو نحن قتلناه ؟ إنما قتله علی و أصحابه.

(مسند أبی یعلی،تحقیق:حسین سلیم أسد،دارالمامون للتراث، دمشق،ط ۱، 1409ہ، ج:13،صص124-123،رقم الحدیث:7175)

''ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا:عمرو بن حزم ،عمرو بن عاص کے پاس پہنچے اور خبر دی کہ عمار کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر عمرو بن عاص گھبرا اٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے معاویہ کے پاس گئے ۔معاویہ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو پوچھا: کیا بات ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ عمار شہید کر دیے گئے ۔معاویہ نے جواب دیا کہ اگر عمار شہید کر دیے گئے تو کیا ہوا؟ عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ نے ان سے کہا کہ تم تو اپنے پیشاب میں لتھڑ جاؤ، کیا عمار کو ہم نے قتل کیا ہے بلکہ ان کے قاتل علی اور ان کے ساتھی ہیں''۔

مسند اَبی یعلی میں یہ روایت بھی ملتی ہے:

حدثنا إسماعیل بن موسی بن بنت السدی حدثنا أسباط بن محمد عن الأعمش عن عبد الرحمن بن أبی زیاد عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال:رجعت مع معاویة من صفین فکان معاویة و أبو الأعور السلمی یسیرون من جانب ورأیته یسیرون من جانب فکنت بینهم لیس أحد غیری فکنت أحیانا أوضع إلی هؤلاء وأحیانا أوضع

إلى هؤلاء فسمعت عبد الله بن عمرو يقول لأبيه:أبة:أما سمعت رسول الله -صلى الله عليه و سلم -يقول لعمار حين يبنى المسجد:إنک لحريص على الأجر قال :أجل قال:وإنک من أهل الجنة ولتقتلک الفئة الباغية ؟ قال:بلى قد سمعته قال:فلم قتلتموه ؟ قال:فالتفت إلى معاوية فقال:يا أبا عبد الرحمن ألا تسمع ما يقول هذا ؟ قال:أما سمعت رسول الله -صلى الله عليه و سلم -يقول لعمار وهو يبنى المسجد:ويحک إنک لحريص على الأجر ولتقتلک الفئة الباغية قال:بلى قد سمعته قال:فلم قتلتموه ؟قال :ويحک ما تزال تدحض في بولک أو نحن قتلناه ؟ إنما قتله من جاء به.

(مسند أبي يعلى،تحقيق:حسين سليم أسد،دارالمامون للتراث،دمشق،ط١،1409ه، ج:13،صص334-333،رقم الحديث:7351)

''عبداللہ بن حارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین سے فارغ ہوکر معاویہ کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔معاویہ اور ابوالاعور سلمی ایک جانب چل رہے تھے اور دوسرے لوگ دوسری جانب اور وہ دونوں کے درمیان تھے۔درمیان میں کوئی اور نہیں تھا۔کبھی وہ ایک جماعت کے قریب ہوجاتے اور کبھی دوسری جماعت کے قریب،وہ کہتے ہیں کہ اسی درمیان میں نے عبداللہ بن عمرو کو اپنے والد سے یہ کہتے سنا کہ اے ابا جان! کیا آپ کو یاد ہے کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہورہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے عمار سے کہا تھا کہ عمار! کیا تم اجر وثواب کے بڑے حریص ہو؟انھوں نے جواب دیا: ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا:تم جنتی ہو اور تمھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔عمرو بن عاص نے کہا:ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے۔عبداللہ نے پوچھا: پھر آپ لوگوں نے عمار کو کیوں قتل کیا؟ یہ سن کر وہ معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا:اے ابوعبدالرحمٰن!میرا بیٹا جو کچھ کہہ رہا ہے،آپ نے سنا۔وہ کہہ رہا ہے

کہ کیا آپ کو یاد ہے کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہورہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے عمار سے کہا تھا کہ عمار! کیا تم اجر وثواب کے بڑے حریص ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جنتی ہو اور تمھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ معاویہ نے کہا کہ ہاں میں نے یہ حدیث سنی ہے، انھوں نے پوچھا: پھر آپ لوگوں نے انھیں کیوں قتل کیا؟ معاویہ نے جواب دیا: تم ہمیشہ اپنے پیشاب میں لتھڑے رہو، کیا ہم نے ان کو قتل کیا ہے؟ ان کو تو قتل اس نے کیا ہے جو ان کو لے کر یہاں آیا تھا"۔

(۴) امام حاکم اپنی مستدرک میں نقل کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِی أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنْعَانِیُّ، ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ بْنِ عَبَّادٍ، أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِی بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِیهِ، أَخْبَرَهُ، قَالَ :لَمَّا قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ :دَخَلَ عَمْرُو بْنُ حَزْمٍ عَلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ:قُتِلَ عَمَّارٌ وَقَدْ سَمِعْتُ، رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ:تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ فَقَامَ عَمْرٌو فَزِعًا حَتَّى دَخَلَ عَلَى مُعَاوِیَةَ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِیَةُ :مَا شَأْنُکَ؟ فَقَالَ:قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ، فَقَالَ :قُتِلَ عَمَّارٌ، فَمَاذَا؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ:تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِیَةُ:أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ إِنَّمَا قَتَلَهُ عَلِیٌّ وَأَصْحَابُهُ؟ جَاءُوا بِهِ حَتَّى أَلْقَوْهُ بَیْنَ رِمَاحِنَا أَوْ، قَالَ :سُیُوفِنَا

(ابن البيع،أبوعبدالله محمد بن عبدالله بن محمد النيسابورى، المستدرك على الصحيحين ، تحقيق:مصطفى عبدالقادر،دارالكتب العلمية بيروت، ط١، ١٤١١هـ، ج:3،ص436،رقم الحديث:5659)

"ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کے

والد نے بیان کیا: جب عمار بن یاسر شہید ہوگئے تو عمرو بن حزم، عمرو بن عاص کے پاس پہنچے اور خبر دی کہ عمار کو شہید کر دیا گیا۔ جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر عمرو بن عاص گھبرا اٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو پوچھا: کیا بات ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ عمار شہید کر دیے گئے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اگر عمار شہید کر دیے گئے تو کیا ہوا؟ عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ نے ان سے کہا: کیا عمار کو ہم نے قتل کیا ہے بلکہ ان کے قاتل علی اور ان کے ساتھی ہیں جو ان کو لے کر یہاں آئے اور ہمارے نیزوں رہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا''۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ امام ذہبی نے امام حاکم کے اس حکم کی تائید کی ہے۔

(۵) امام بیہقی اپنی کتاب ''السنن الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بِشْرَانَ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ السُّكَّرِيُّ بِبَغْدَادَ، قَالَا: أَنْبَأَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَ مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَا أَدْرِي أَكَانَ مَعَ أَبِيهِ، أَوْ أَخْبَرَهُ أَبُوهُ، قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عَمَّارٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَامَ عَمْرُو بْنُ حَزْمٍ فَدَخَلَ عَلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ: قُتِلَ عَمَّارٌ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، فَقَامَ عَمْرٌو مُنْتَقِعًا لَوْنُهُ فَدَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: قُتِلَ عَمَّارٌ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قُتِلَ عَمَّارٌ فَمَاذَا؟ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، قَالَ :فَقَالَ مُعَاوِيَةُ :دَحَضْتَ فِي بَوْلِكَ ،أَوَ نَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟ إِنَّمَا قَتَلَهُ عَلِيٌّ وَأَصْحَابُهُ ، جَاءُوا بِهِ حَتَّى أَلْقَوْهُ بَيْنَ رِمَاحِنَا ،أَوْ قَالَ :سُيُوفِنَا.

(السنن الكبرى للبيهقي:8/328،رقم الحديث:16790)

''ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں،راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھے، یا ان کے والد نے ان سے یہ روایت ذکر کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمار رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو عمرو بن حزم کھڑے ہوئے اور پہنچے عمرو بن عاص کے پاس اور بتایا کہ عمار شہید کر دیے گئے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر عمرو کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور وہ معاویہ کے پاس پہنچے اور بتایا کہ عمار کو شہید کر دیا گیا۔معاویہ نے جواب دیا: عمار کو قتل کر دیا گیا تو کیا ہوا؟ عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ حدیث سنی ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ بولے: تم اپنے پیشاب میں لتھڑے رہو، کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے، عمار کو تو علی اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے۔ وہی ان کو لے کر آئے تھے اور ان کو ہمارے نیزوں یا ہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا تھا''۔

اسلام منصور عبدالحمید نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۶) امام ذہبی کی ''تاریخ الاسلام'' میں ابن طاوس کی سند سے مذکور ہے کہ جب عمرو بن عاص نے حدیث عمار کا ذکر معاویہ سے کیا تو معاویہ نے کہا:

دحضت فی بولک أو نحن قتلناه،انما قتله علی و أصحابه.

(تاریخ الاسلام للذهبی:2/328)

''تم اپنے پیشاب میں لتھڑے رہو، کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے، عمار کو قتل تو علی اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہے''۔

اس حدیث کوڈاکٹر بشارعواد معروف، ڈاکٹر عمر عبدالسلام تدمری نے صحیح کہا ہے۔
(تاریخ الاسلام للذھبی:3/579)

امام ذہبی نے یہ حدیث اپنی دوسری کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں بھی نقل کی ہے اور کتاب کے محقق شعیب ارنووط نے اس حدیث کو بھی صحیح کہا ہے۔
(سیر أعلام النبلاء للذھبی:1/420)

(۷) یہ حدیث ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب ''البدایۃ والنھایۃ'' میں مسند احمد کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وهذا التاويل الذى سلكه معاوية بعيد، ثم لم ينفرد عبدالله بن عمرو بهذا الحديث، بل قد روى من وجوه آخر، فقد روى البخارى فى صحيحه...'' (البداية والنهاية، 10/537)

''معاویہ نے اس حدیث کی جو تاویل کی ہے وہ بعید از قیاس ہے، مزید یہ کہ یہ روایت صرف عبداللہ بن عمرو ہی سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ کئی ایک دوسری سندوں سے بھی مروی ہے، چنانچہ امام بخاری نے یہ حدیث اپنی صحیح میں بھی روایت کی ہے......''۔

اس کے بعد امام ابن کثیر یہ روایت بخاری، مسلم، احمد، ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ کتاب کے محقق عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جسے ابن کثیر نے امام طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(۸) بوصیری نے اپنی کتاب **''اتحاف خيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة''** میں نقل کیا ہے:

قال (أى معاوية): دحضت فى بولک أو نحن قتلناه، انما قتله على وأصحابه.

''معاویہ نے کہا: تم اپنے پیشاب میں لتھڑے رہو، کیا ہم نے عمار کو قتل کیا

ہے،عمار کو قتل تو علی اوران کے ساتھیوں نے کیا ہے''۔

اس کے بعد بوصیری لکھتے ہیں:

یہ حدیث ابویعلی اوراحمد بن حنبل نے ایسی سند سے نقل کی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔ (اتحاف خیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: 7/297،رقم الحدیث:6900)

(۹)جن حضرات نے حدیث زیر بحث کوقابل استدلال قرار دیتے ہوئے اس پرصحت کا حکم لگایا ہے ،ان میں محمد بن طاہر برزنجی اور محمد صبحی حسن حلاق کے نام معروف ہیں۔انھوں نے اپنی کتاب ''صحیح تاریخ الطبری'' میں ذکر کیا ہے:

وقد أخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر بن طاووس،عن أبی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه،أخبره،قال:لما قتل عمار ابن ياسر، دخل عمرو بن حزم علی عمرو بن العاص فقال:قتل عمار، وقد سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول:تقتله الفئة الباغية، فقام عمرو يرجع فزعا حتی دخل علی معاوية، فقال له معاوية :ما شأنک؟فقال :قتل عمار، فقال له معاوية:فماذا؟ قال عمرو :سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول:تقتله الفئة الباغية، فقال له معاوية :دحضت فی بولک، أنحن قتلناه؟ إنما قتله علی وأصحابه، جاء وا به حتی ألقوه تحت رماحنا -أو قال :بين سيوفنا. (صحیح تاریخ الطبری3/412)

''عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر بن طاوس سے روایت نقل کی ہے،وہ روایت کرتے ہیں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے،وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے ،وہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمار بن یاسر شہید ہوگئے تو عمروبن حزم ،عمروبن عاص کے پاس پہنچے اورخبر دی کہ عمار کوشہید کردیا گیا۔ جب کہ میں نے

رسول اللہﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر عمرو بن عاص گھبرا اٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے معاویہ کے پاس گئے ۔معاویہ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو پوچھا: کیا بات ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ عمار شہید کردیے گئے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اگر عمار شہید کردیے گئے تو کیا ہوا؟ عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ سن کر معاویہ نے ان سے کہا کہ تم تو اپنے پیشاب میں لتھڑ جاؤ، کیا عمار کو ہم نے قتل کیا ہے بلکہ ان کے قاتل علی اور ان کے ساتھی ہیں جو ان کو لے کر یہاں آئے اور ہمارے نیزوں رہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا''۔

کتاب کے دونوں محققین نے لکھا ہے کہ حدیث کی یہ سند صحیح ہے۔

(ا) معاویہ کی تاویل کے سلسلے میں امام علیؑ اور علمائے اسلام کا موقف

مذکورہ بالا مصادر اور مراجع جن میں حدیث عمار ''ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''، کی تاویل معاویہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اشارہ کرتی ہیں کہ یہ تاویل باطل اور فاسد ہے۔ معاویہ کی طرف سے دفاع کرنے والوں نے لکھا ہے کہ فہم نص کے سلسلے میں یہ معاویہ کا اجتہاد تھا، وہ عمار بن یاسر کی شہادت کی خبر پا کر جس تکلیف سے دوچار ہوئے تھے، اس کو کم کرنے کی ناکام کوشش کررہے تھے۔

معاویہ کی مذکورہ تاویل پر بہت سے علمائے اسلام نے گفتگو کی ہے اور اسے باطل اور فاسد بتایا ہے۔ جس کسی کے اندر ذرا بھی سمجھ ہوگی، وہ اس تاویل کو محض ایک طرح کا کھلواڑ یقین کرے گا جس کا مقصد اپنے سیاسی مقاصد کا حصول اور جمہور مسلمانوں کو فریب دینا تھا، معاویہ کی شخصیت، ان کے ایمان کی صداقت اور

مسلمانوں کی زندگی میں جوفساد انھوں نے برپا کیا، اس سے قطع نظر کوئی بھی مسلمان معاویہ کی اس تاویل کو قبول نہیں کر سکتا، جن حضرات کے ذریعے اس تاویل کا پرچار کیا گیا، وہ بھی شاید اسے تسلیم نہیں کر پا رہے تھے۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابن عون سے روایت نقل کی ہے، وہ حسن سے روایت بیان کرتے ہیں، انھوں نے بتایا:

قال عمرو بن العاص: إني لأرجو أن لا يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم مات يوم مات وهو يحبّ رجلاً فيدخله الله النار، قالوا: قد كنا نراه يحبك ويستعملك. فقال: الله أعلم أحبني أو تألفني، ولكنا كنا نراه يحب رجلاً: عمار بن ياسر. قالوا: فذلك قتيلكم يوم صفين، قال: قد والله قتلناه. (سير أعلام النبلاء 1/414)

''عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ کسی آدمی سے اس وقت محبت کرتے تھے تو اللہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ لوگوں نے کہا: ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ تم سے محبت کرتے تھے اور اپنا عامل مقرر کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر عمرو بن عاص نے جواب دیا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ یہ سلوک محبت کی وجہ سے کرتے تھے یا میری دل جوئی کے لیے ایسا کرتے تھے لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ آپ ﷺ عمار بن یاسر سے محبت کرتے تھے۔ یہ بات سن کر لوگ بولے کہ جنگ صفین نے عمار تو تمھارے ہاتھوں شہید کیے گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: ہاں، اللہ کی قسم! ہم نے ہی انھیں قتل کیا تھا''۔

اس روایت پر حاشیہ لگاتے ہوئے شعیب ارنووط نے لکھا ہے:

''اس روایت کی تخریج ابن سعد نے کی ہے، امام حاکم نے بھی کی ہے اور اس کو

صحیح کہا ہے جب کہ امام ذہبی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے۔ اس روایت کی تخریج امام احمد نے بہ سند عفان، از اسود بن شیبان، از ابونوفل بن ابی عقرب از عمرو بن عاص کی ہے اور ان کے الفاظ بھی تقریباً وہی ہیں، علامہ ہیثمی نے اس روایت کا ذکر ''مجمع الزوائد'' میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں''۔

معاویہ کی اس تاویل کو جن حضرات نے رد کیا ہے، ان میں سب سے پیش پیش امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں، جب انھیں معاویہ کی اس تاویل کی خبر ملی تو انھوں نے فرمایا:

إذا قَتلَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلّم حمزة لأنه أخرجه.

''اس تاویل کے لحاظ سے تو نعوذ باللہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل نبی اکرم ﷺ قرار پائیں گے کیوں کہ آپ ﷺ ہی انھیں لے کر جنگ احد میں پہنچے تھے''۔ ابن عماد حنبلی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے سلسلے میں کہتے ہیں:

وهو (أي قول الإمام علي عليه السلام) الزام لا جواب عنه، وحجّة لا اعتراض عليها. (شذرات الذهب لابن عماد الحنبلي 1/121)

''امام علی علیہ السلام کا یہ قول جواب نہیں بلکہ ایک الزامی جواب ہے، معاویہ پر اعتراض نہیں بلکہ ان کے خلاف ایک حجت و دلیل ہے''۔

مشہور مفسر علامہ قرطبی اپنی کتاب "التذكرة" میں ابوالمعالی جوینی کی کتاب ''**الارشاد**'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

ولما لم يقدر معاوية على إنكاره (حديث عمار) لثبوته عنده؛ قال: إنّما قتله من أخرجه ولو كان حديثاً فيه شك لردّه معاويه وأنكره، وأكذب ناقله وزوّره، وقد أجاب على رضى الله عنه عن قول معاوية بأن قال: فرسول الله إذا قتل حمزة حين أخرجه. وهذا

من علی رضی الله عنه الزام لا جواب عنه، وحجّة لا اعتراض علیها. قاله الإمام الحافظ أبو الخطاب ابن دحیة رضی الله عنه. (التذکرة بأحوال الموتی وأمور الآخرة:1090-3/1089)

''حدیث عمار کے صحیح اور ثابت ہونے کی وجہ سے جب معاویہ اس کا انکار نہیں کر سکے تو اس کی یہ تاویل کر دی کہ عمار کو قتل انھوں نے کیا ہے جو ان کو میدان جنگ تک لائے تھے۔ اگر حدیث عمار کی صحت میں ذرا بھی شک ہوتا تو معاویہ اس کو رد کر دیتے، اس کا انکار کر دیتے، اس کے ناقلین کو جھوٹا اور کاذب بتا دیتے۔ معاویہ کی اس تاویل کا جواب سیدنا علیؓ نے یہ دیا کہ تب تو حمزہ کے قاتل نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ قرار پائیں گے کیوں کہ آپ ﷺ ہی انھیں جنگ احد میں لائے تھے۔ یہ علی کی طرف سے ایک الزامی جواب تھا، معاویہ کے خلاف ایک حجت تھی، معاویہ کے قول پر انھوں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ بات امام حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے''۔

امام قرطبی اور ابن دحیہ کا یہ قول مناوی نے ''**فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**'' میں نقل کی ہے اور اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اپنی کتاب ''**الصواعق المرسلة**'' میں جہاں انھوں نے صحیح اور باطل تاویل کی تقسیم ذکر کی ہے، لکھا ہے:

نعم، التأویل الباطل تأویل أهل الشام قوله صلی الله علیه وسلّم لعمار: تقتلک الفئة الباغیة، فقالوا: نحن لم نقتله، إنّما قتله من جاء به حتی أوقعه بین رماحنا. فهذا هو التأویل الباطل المخالف لحقیقة اللفظ وظاهره؛ فإن الذی قتله هو الذی باشر قتله، لا من استنصر به ولهذا ردّ علیهم من هو أولی بالحق والحقیقة منهم، فقالوا: فیکون رسول الله صلی الله علیه وسلم وأصحابه هم الذین قتلوا حمزة

والشهداء معه؛ لأنهم أتوا بهم حتى أوقعوهم تحت سيوف المشركين.(الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة،تحقيق:على بن محمد الدخيل،دارالعاصمة الرياض، ط ۱۴۱۸ا-۱۹۹۸ء، (1/184-185

''ہاں تاویل باطل کی ایک مثال نبی اکرمﷺ کے اس فرمان سے متعلق ہے جو آپ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ تمھیں ایک باطل گروہ قتل کرے گا۔ اہل شام نے اس حدیث کی یہ تاویل کی کہ عمار کو ہم نے قتل نہیں کیا بلکہ جو ان کو لے کر آئے تھے،انھوں نے قتل کیا کہ انھیں ہمارے نیزوں کے سامنے ڈال دیا۔ یہ ایک باطل تاویل ہے جس کا لفظ کی حقیقت اور اس کے ظاہر سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ انھیں قتل اس نے کیا تھا جو براہ راست ان کے قتل میں ملوث تھا،قتل اس نے نہیں کیا تھا جس نے ان سے مدد طلب کی تھی،اسی لیے ان کی اس تاویل کو رد اس نے کیا تھا جو ان میں سب سے زیادہ حق سے قریب تھا۔اہل شام کی تاویل کی تردید کرنے والوں نے جواب میں کہا تھا کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ سیدنا حمزہ اور ان کے ساتھ دیگر شہداء کو قتل کرنے والے وہ لوگ تھے جو ان کو لے میدان جنگ میں پہنچے تھے کیوں کہ وہی ان کو لے کر آئے تھے اور انھیں مشرکین کی تلواروں کے نیچے ڈال دیا تھا''۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اگر چہ حدیث عمار کی تاویل کو باطل قرار دیا ہے اور اسے لفظ کی حقیقت اور اس کے ظاہر کے خلاف بتایا ہے لیکن انھوں نے اس تاویل کو اہل شام کی طرف منسوب کیا ہے۔مناسب اور بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس کی نسبت معاویہ کی طرف کرتے جو اس قتل کے حقیقت میں ذمہ دار تھے۔مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ انھوں نے اس قتل کو فرد واحد کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ حدیث زیر بحث میں اس کی نسبت گروہ کی طرف کی گئی ہے۔یہ ابن قیم کی تاویل خود باطل اور لفظ کی

ظاہری حقیقت کے خلاف ہے۔اور یہ لکھا ہے کہ اس تاویل کی تردید اس شخص نے کی جو حق اور حقیقت کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ یہاں بھی ابن قیم الجوزیہ نے صراحت کے ساتھ امام علی علیہ السلام کے نام کا ذکر نہیں کیا۔اس پر بھی بحث کی جاسکتی ہے لیکن یہ اس کا محل نہیں۔

بنوامیہ کی طرف میلان رکھنے کے باوجود جن حضرات نے معاویہ کی مذکورہ بالا تاویل کو باطل قرار دیا ہے،ان میں ایک نمایاں نام ابن کثیر دمشقی کا بھی ہے۔وہ بھی معاویہ کی اس تاویل کو قبول نہیں کر سکے بلکہ انھوں نے معاویہ کے قول ''عمار کو قتل اس نے کیا جوان کو لے کر میدان جنگ میں آیا تھا''، پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھا:

تأويل بعيد جداً؛ إذ لو كان كذلك لكان أمير الجيش هو القاتل للذين يُقتلون في سبيل الله،حيث قدّمهم إلى سيوف الأعداء.

''معاویہ کی یہ تاویل بعید از قیاس ہے کیوں کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو اسلامی فوج کے تمام امرائے لشکر ان حضرات کے قاتل ہوتے جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جانوں کو نذرانہ پیش کیا کیوں کہ انھیں امرائے لشکر نے انھیں دشمنوں کی تلواروں کا سامنا کرنے کے لیے آگے بڑھایا تھا''۔

ابن کثیر کی یہ تردید ٹھیک امیرالمومنین کی تردید کی طرح ہے،صرف الفاظ اور سیاق بدلے ہوئے ہیں لیکن خود ابن کثیر نے امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تردید کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔معاویہ کی تاویل کی تردید جس طرح علمائے متقدمین نے کی ہے،اسی طرح ان کی تردید بعض معاصر علماء نے بھی کی ہے۔چنانچہ شعیب ارنووط امام ذہبی کے حوالے سے حدیث زیر بحث نقل کرنے کے بعد اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وهذه مغالطة من معاوية غفر الله له.وقد رُدّ عليه رضي الله عنه:بأن محمداً صلى الله عليه وسلّم اذاًقتل حمزة حين أخرجه.قال

ابـن دحية: هـذا من على الزام مفحم لا جواب عنه وحجة لا اعتراض عليها. (سير أعلام النبلاء1/420)

''اللہ معاویہ کو معاف کرے یہ ان کی طرف سے مغالطہ ہے۔آں رضی اللہ عنہ کی تردید یہ کہہ کر کی گئی ہے کہ ایسی صورت میں تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذمہ دار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائیں گے کیوں کہ آپ ہی انھیں غزوہ احد میں لائے تھے۔ابن دحیہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ معاویہ کی تاویل کا الزامی جواب تھا،ان کے خلاف ایک قسم کی حجت تھی،ان پر اعتراض نہیں تھا''۔

تاویل معاویہ کی سب سے بلیغ اور واضح تردید حافظ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی (متوفی:۶۵۶ھ) نے اپنی کتاب ''**المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم**'' میں کی ہے۔اس واضح تردید کی اپنا ایک خاص مقام ہے،اس لیے طوالت کے باوجود یہاں ہم ان کی تردید کا خلاصہ بیان کرتے ہیں،صحیح مسلم کی حدیث(**تقتلک الفئة الباغية**) کی شرح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

هذه شهادة من النبى صلى الله عليه وسلم على فئة معاوية بالبغى ، فإنهم هم الذين قتلوه؛فإنه كان بعسكر على بصفين ، وأبلى فى القتال بـلاء عظيما ، وحرض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على قتال معاوية وأصحابه.

ولـمـا ثبـت أن أصـحـاب مـعاوية قتلوا عمارا صدق عليهم خبر رسـول الله -صـلـى الـله عليه وسلم -عـنهـم أنهم البغاة ، وأن عليا - رضى الله عنه -هو الحق ، ووجه ذلک واضح ، وهو أن عليا -رضى الـله عنه -أحـق بـالإمامة من كل من كان على وجه الأرض فى ذلک الـوقت من غير نزاع من معاوية ولا من غيره.وقد انعقدت بيعته بأهل الحل والعقد من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وأهل دار

الهجرة ، فوجب على أهل الشام والحجاز والعراق وغيرهم مبايعته ، وحرمت عليهم مخالفته ، فامتنعوا عن بيعته وعملوا على مخالفته ، وكانوا له ظالمين ، وعن سبيل الحق ناكبين ، فاستحقوا اسم البغى الذى شهد به عليهم النبى صلى الله عليه وسلم ، ولا ينجيهم من هذا تأويلاتهم الفاسدة ، فإنها تحريفات عن سنن الحق حائدة.

نقل الأخباريون :أن معاوية تأول الخبر تأويلين :

أحدهما :أنه قال بموجب الخبر فقال :نحن الباغية لدم عثمان رضى الله عنه أى الطالبة له .

وثانيهما :أنه قال :إنما قتله من أخرجه للقتل وعرضه له .

وهذان التأويلان فاسدان .

أما بيان فساد الأول :فالبغى -وإن كان أصله الطلب -فقد غلب عرف استعماله فى اللغة والشرع على التعدى والفساد ، ولذلك قال اللغويون ، أبو عبيد وغيره :البغى :التعدى.

وإلى حمل اللفظ على ما قلناه صار عبد الله بن عمرو بن العاص وغيره يوم قتل عمار ، وأكثر أهل العصر ، ورأوا أن ذلك التأويل تحريف. سلمنا نفى العرف ، وأن لفظ الباغية صالح للطلب وللتعدى ، لكن النبى صلى الله عليه وسلم ذكر الفئة الباغية فى هذا الحديث فى معرض إظهار فضيلة عمار وذم قاتليه ، ولو كان المقصود البغى الذى هو مجرد الطلب لما أفاد شيئا من ذلك ، وقد أفادهما بدليل مساق الحديث فتأمله بجميع طرقه تجده كذلك .

وأيضا فلو كان ذلك هو المقصود لكان تخصيص قتلة عمار بالبغى الذى هو الطلب ضائعا لا فائدة له،إذ على وأصحابه طالبون

لـلحق و لقتلة عثمان ، لو تفرغوا لـذلک ، وتمکنوا منه ، وإنما منعهم مـن ذلک مـعاوية وأصحابه بما أبدوا من الخلاف ، ومن الاستعجال مـع قـول عـلی لهم :ادخـلـوا فيــمــا دخـل فيــه الـنـاس،ونطلب قتلة عثمان،ونقيم عليهم کتاب الله .فلم يلتفتوا لهذا ولا عرجوا عليه.

وأمـا فساد التأويل الثانی فواضح،لأنه عدل عمن وجد القتل منه إلـی مـن لا تـصـح نسبتـه إليـه،إذ لـم يجبر عمار علی الخروج،بل هو خـرج بـنفسه وماله مجاهدا فی سبيل الله ، قاصدا لقتال من بغی علی الإمام الحق. (المفهم لما أشکل من تلخيص کتاب مسلم للقرطبی:258-7/255)

’’یہ نبی اکرمﷺ کی جانب سے ایک طرح کی شہادت ہے کہ معاویہ کا گروہ باغی تھا، کیوں کہ عمار کوقتل معاویہ کے گروہ نے ہی کیا تھا، کیوں کہ صفین میں یہی گروہ لشکر لے کر آیا تھا، جنگ وجدال کی مصیبت کھڑی تھی اور اصحاب رسول اللہﷺ کو معاویہ اوران کے ساتھیوں کے خلاف تلوار اٹھانا پڑی تھی۔

جب یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ معاویہ کے ساتھیوں نے عمار بن یاسر کوشہید کیا تھا تو رسول اللہﷺ کی یہ پیشین گوئی ان پر صادق آتی ہے کہ انھیں کا گروہ باغی گروہ تھا،اورسیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔اس کی وجہ صاف اور واضح ہے۔اس وقت روئے زمین پر جوبھی مسلمان موجود تھے،ان میں سب سے زیادہ امامت اورخلافت کے مستحق علی رضی اللہ عنہ تھے۔معاویہ وغیرہ کا کوئی مقام ان کے سامنے نہیں تھا،اصحاب رسولﷺ اورمہاجرین میں جوارباب حل وعقد تھے،ان کی بیعت کے بعدان کی امامت قائم ہوچکی تھی،اہل شام،اہل حجاز اور اہل عراق وغیرہ پر واجب تھا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں،علی رضی اللہ عنہ کی اس وقت مخالفت حرام تھی،لیکن یہ لوگ ان کی بیعت سے باز رہے،ان کے خلاف کی جانے والی سرگرمیوں میں شریک رہے،ایسی صورت میں وہ ظالم تھے،حق کے راستے سے

دور تھے ،اس لیے باغی کے لفظ کے مستحق تھے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی شہادت دی تھی ،اس نوعیت کی فاسد تاویلات انھیں نجات نہیں دلاسکتیں، یہ تو حق کی سنتوں سے صریح انحراف تھا۔

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حدیث عمار کی معاویہ نے دو تاویلیں کی تھیں:

ایک تاویل یہ تھی کہ حدیث کے مطابق وہ خود کو سیدنا عثمان کی شہادت کے قصاص کا مطالبہ کررہے تھے۔

دوسری تاویل یہ تھی کہ عمار کو قتل اس نے کیا ہے جو ان کو اپنے ساتھ لایا تھا اور ان کو میدان جنگ میں پیش کردیا تھا۔

یہ دونوں تاویلات فاسد ہیں:

جہاں تک سوال پہلی تاویل کا ہے کہ بغی کا معنی طلب کرنا ہوتا ہے لیکن لغت اور شریعت کی اصطلاح میں یہ لفظ ظلم وزیادتی اور فساد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی لیے ابوعبیدہ وغیرہ جیسے ماہرین لغت نے بغی کے معنی ظلم وتعدی کے کیے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس لفظ کو لغوی معنی ہی پر محمول کرنے کی وجہ سے عمار کی شہادت کے دن عبداللہ بن عمرو بن عاص وغیرہ گھبرا اٹھے تھے اور ان کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ معاویہ کی یہ تاویل تحریف ہے۔چلیں تھوڑی دیر کے لیے ہم لفظ بغی کو طلب اور بغاوت دونوں کے معنی پر محمول کیے لیتے ہیں لیکن یہ بھی تو ملاحظہ کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں باغی گروہ کا ذکر عمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے قاتلوں کی مذمت میں کیا ہے۔ اگر مقصود وہ ہوتا جو معاویہ کی تاویل سے سامنے آتا ہے تو اس میں نہ فضیلت کا کوئی پہلو تھا اور نہ مذمت کا لیکن حدیث کا سیاق لفظ کا اصلی اور حقیقی معنی واضح کردیتا ہے۔ اگر حدیث زیر بحث کی تمام سندوں اور ان میں وارد الفاظ پر غور کریں گے تو حقیقت واضح ہوجائے گی۔

نیز اگر لفظ کا مقصود طلب ہوتا تو عمار کے قاتلوں کو بغاوت وسرکشی سے تعبیر

کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیوں کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی طالب حق تھے، اگر ان کو فرصت ملی ہوتی اور ان کو باغیوں پر غلبہ حاصل ہوتا تو وہ خود قاتلین عثمان سے قصاص لیتے لیکن ان دونوں چیزوں کے حصول میں معاویہ اور ان کے ساتھی رکاوٹ بنے رہے۔ ایک تو وہ علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے اور دوسرے اس کام میں عجلت مچانے لگے۔ جب کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا:

''جس بیعت میں دوسرے عام لوگ داخل ہو گئے ہیں، تم بھی داخل ہو جاؤ، ہم سب مل کر خون عثمان کا بدلہ لیں گے، ہم قاتلوں پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کریں گے''۔

لیکن معاویہ اور ان کے ساتھیوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور نہ اس پر عمل کیا۔

رہی معاویہ کی دوسری تاویل تو اس کا فساد واضح ہے کیوں کہ اس تاویل نے قتل کی نسبت ان کی طرف کر دی جو اصلاً قتل کے ذمہ دار تھے ہی نہیں۔ کیوں کہ عمار رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں کوئی زبردستی نہیں لے گیا تھا بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے اپنی جان اور مال سے راہ خدا میں ان باغیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے نکلے تھے جنھوں نے امام برحق علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت و سرکشی کا علم بلند کیا تھا''۔

علامہ قرطبی کی یہ تفصیلی وضاحت انتہائی باریک اور فکر و نظر کو متاثر کرنے والی ہے، اس تفصیل نے اموی تاویل کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے کہ جس کا سہارا لے کر عام مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے۔

(۲) باغی گروہ کی تعیین وتحدید کے سلسلے میں بعض شارحین حدیث کے اقوال

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق حدیث کی صحت کا اعتراف اور معاویہ کے ذریعے کی گئی تاویل کی تردید کے باوجود معاویہ کو واضح طور پر اس کا ذمہ دار نہ قرار دینا باعث حیرت ہے۔ یہ اس بات کی بھی دلیل نہیں ہے کہ معاویہ نے اس پر سر تسلیم خم کر دیا تھا، آگے ان حضرات کا بھی ذکر آ رہا ہے جو ایک طرف حدیث کی صحت کا بھی اعتراف کرتے ہیں پھر دوسری طرف مختلف طریقوں سے معاویہ کا دفاع کرتے ہیں تاکہ ان کی زندگی کے صفحات سفید اور سادہ رہیں، ان پر کوئی داغ دھبہ نہ لگ سکے۔

ذیل میں ہم بعض شارحین حدیث کے اقوال ذکر کر رہے ہیں، یہ اقوال باغی گروہ کے معنی اور مصداق کی تعیین کریں گے کہ اس سے مراد معاویہ اور ان کے اصحاب ہیں۔ ہم یہاں صرف شارحین حدیث کے اقوال ذکر کریں گے، ضمناً ان اقوال میں معاویہ کے دفاع کی جو کوشش کی گئی ہے، اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے تاکہ جرجانی اور قرطبی کے جو اقوال ہم نقل کر چکے ہیں کہ اس بات پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ امام علی علیہ السلام کے خلاف خروج کرنے والا ہر شخص باغی ہے۔ اس کے بعد ہم تیسری بحث میں معاویہ کا دفاع کرنے والی تمام کوششوں اور نقطہائے نظر کا تجزیہ کریں گے۔

جن حضرات نے متعین طور پر باغی گروہ سے معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو مراد لیا ہے، ان کے اسمائے گرامی اور اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) حدیث عمار اور ان کی شہادت سے متعلق ابن کثیر کے کئی ایک تبصرے ہیں، جن میں سے بعض گزشتہ صفحات میں ذکر کیے جا چکے ہیں، عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

وهـذا مـقتـل عـمـار بن ياسر ، رضى الله عنه ، مع أمير المؤمنين على بن أبى طالب ، رضى الله عنه قتله أهل الشام وبان بذلك وظهر سـر مـا أخبـر بـه الـرسـول ، صلى الله عليه وسلم ، من أنه تقتله الفئة البـاغية ، وبان بذلك أن عليا محق وأن معاوية با غ وما فى ذلك من دلائل النبوة .(البداية والنهاية10/526)

''یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا مقتل ہے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، ان کو اہل شام نے شہید کیا تھا، ان کی شہادت سے وہ راز آشکار ہوگیا جو نبی اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی میں چھپا تھا کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، ان کی شہادت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ باغی تھے۔ اس حدیث میں نبوت کی صداقت کی گواہی بھی موجود ہے''۔

ابن کثیر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وهـذا الحديث من دلائل النبوة حيث أخبر صلوات الله وسلامه عـليـه عـن عـمـار أنـه تقتله الفئة الباغية،وقد قتله أهل الشام فى وقعة صـفيـن ، وعـمـار مـع عـلـى وأهل العراق............ولا يلزم من تسمية أصـحـاب مـعاوية بغاة تكفيرهم .... لأنهـم ، وإن كـانوا بغاة فى نفس الأمر ، فإنهم كانوا مجتهدين فيما تعاطوه من القتال ، وليس كل مـجتهـد مصيبا ، بل المصيب له أجران ، والمخطىء له أجر...... وأما قـولـه:يـدعـوهـم إلـى الجنة ، ويدعونه إلى النار .فإن عمارا وأصحابه يـدعـون أهل الشام إلى الألفة واجتما ع الكلمة ، وأهل الشام يريدون

أن يستأثروا بالأمر دون من هو أحق به ، وأن يكون الناس أوزاعا على كل قطر إمام برأسه ، وهذا يؤدى إلى افتراق الكلمة ، واختلاف الأمة ، فهو لازم مذهبهم وناشىء عن مسلكهم ، وإن كانوا لا يقصدونه .

(البداية والنهاية 4/538)

''اس حدیث کا تعلق دلائل نبوت سے ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی تھی کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو ان کو جنگ صفین میں اہل شام نے قتل کر دیا ،اس وقت عمار رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور اہل عراق کی صف میں تھے......معاویہ کے اصحاب کے باغی ہونے سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی......کیوں کہ اگر چہ وہ باغی تھے لیکن قتال کے مسئلے میں وہ مجتہد تھے جیسا کہ معلوم ہے کہ ہر اجتہاد کرنے والا درستگی پر نہیں ہوتا ہے بلکہ درستگی پر رہنے والے کو دوہرا اجر ملتا ہے جب کہ خطا کرنے والا کو اکہرا اجر دیا جاتا ہے...... جہاں تک سوال حدیث کے اس جملے کا ہے کہ عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمار اہل شام کو اتحاد اور اجتماعیت کی دعوت دے رہے تھے اور اہل شام چاہتے تھے کہ وہ خلافت حق دار سے لے کر اسے دے دیں جو اس کا حق دار نہیں تھا اور ہر شہر کے مسلمان اپنے اپنے سربراہ کے ساتھ الگ الگ خلافت کریں،ان کا یہ فعل مسلمانوں کے کلمے کو منتشر کرنے کے مترادف تھا،اس سے امت میں اختلاف کی خلیج وسیع ہو رہی تھی ، یہ اہل شام کے نقطۂ نظر اور ان کی سرگرمیوں کا منطقی نتیجہ تھا ، اگر چہ ان کا مقصود افتراق و انتشار نہیں تھا''۔

(۲)ابن رجب حنبلی اپنی کتاب ''فتح الباری'' میں باغی گروہ سے متعلق حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد فسر الحسن البصری الفئة الباغية بأهل الشام ،معاوية وأصحابه.(فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب الحنبلی 3/311)

''حسن بصری رحمہ اللہ نے باغی گروہ کی تفسیر اہل شام یعنی معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے کی ہے''۔

(۳) حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں:

وفی قوله صلی الله علیه وسلم:تقتل عماراً الفئة الباغية دلالة واضحة على أن علياً ومن معه كانوا على حق،وأن من قاتلهم كانوا مخطئين فی تأويلهم .(فتح الباری لابن حجر العسقلانی6/619)

''نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: ''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''، میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق پر تھے اور جن لوگوں نے ان سے جنگ کی، وہ اپنی تاویل میں خطا کار تھے''۔

حافظ ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

وقد ثبت أن من قاتل علياً كانوا بغاة.

(فتح الباری لابن حجر العسقلانی13/16)

''یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، وہ باغی تھے''۔

حافظ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ودل حديث تقتل عماراً الفئة الباغية على أن علياً كان المصيب فی تلك الحرب لأن أصحاب معاوية قتلوه .(فتح الباری لابن حجر العسقلانی 3/85)

''حدیث رسول: ''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''، اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام جنگوں میں علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا کیوں کہ معاویہ کے ساتھیوں نے ہی عمار کو قتل کیا تھا''۔

حافظ ابن حجر حدیث کی شرح فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

قوله:(يدعوهم) أعاد الضمير على غير مذكور، والمراد:قَتَلَتُه

كـمـا ثبت من وجه آخر تقتله الفئة الباغية يدعوهم .... فإن قيل كان قتـلـه بـصـفّين وهو مع علي والذين قتلوه مع معاوية وكان معه جماعة من الصحابة فكيف يجوز عليهم الدعاء إلى النار ؟

فـالـجـواب: إنهـم كـانـوا ظـانيـن أنهـم يـدعون إلى الجنة، وهم مـجتهـدون لا لوم عليهم في اتباع ظنونهم. فالمراد بالدعاء إلى الجنة الدعاء إلى سببها وهو طاعة الإمام، وكذلک كان عمار يدعوهم إلى طـاعة عـلي، وهو الإمام الواجب الطاعة إذ ذلک، وكانوا هم يدعون إلـى خـلاف ذلک؛ لـكـنهـم معذورون للتأويل الذي ظهر لهم. (فتح الباري1/542)

''آپ ﷺ کے ارشاد: ''وہ ان کو دعوت دے رہے ہوں گے''، میں ضمیر کا مرجع غیر مذکور ہے، اس سے مراد عمار کو قتل کرنے والے ہیں، جیسا کہ اسی حدیث کی دوسری سند سے پتا چلاتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ''عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، وہ ان کو دعوت دے رہے ہوں گے......''۔ اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ عمار کا قتل صفین میں ہوا، وہ علی رضی اللہ عنہ کی صف میں تھے اور جن لوگوں نے انھیں قتل کیا، وہ معاویہ کے ساتھ تھے، اس وقت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی، پھر ان کو جہنم کی طرف دعوت دینے والا قرار دینا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: معاویہ کے ساتھ موجود لوگوں کا گمان تھا کہ وہ جنت کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اس باب میں وہ مجتہد تھے، ایسی صورت میں اپنے گمان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی، یہاں جنت کی طرف بلانے کا مطلب راہ جنت کی طرف بلانا ہے اور راہ جنت امام کی اطاعت میں مضمر ہے۔ اسی طرح عمار انھیں علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے، اس وقت وہی امام تھے جن کی اطاعت واجب تھی، لیکن مخالفین علی اس کے خلاف دعوت

دے رہے تھےلیکن اپنی اس تاویل میں ان کومعذور قرار دیا جائے گا‘‘۔

(۴) بدرالدین عینی نے’’عمدۃ القاری‘‘میں ابن حجر کی باتوں کا اعادہ کیا ہے ،لیکن ساتھ ہی ساتھ ابن بطال اوران کی اتباع کرنے مہلب وغیرہ کی توجیہ کورد کردیا ہے جو کہتے ہیں کہ یہاں باغی گروہ سے مراد خوارج ہیں‘‘۔

باغی گروہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے امام کی مخالفت کی اوراپنی باطل تاویل کی وجہ سےاس کی اطاعت سےنکل کھڑے ہوئے،ان کی باطل تاویل یہ تھی کہ جومتبوع ہوتا ہے،اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کے ارشاد:’’وہ ان کو دعوت دے رہے ہوں گے‘‘،یعنی عمار باغی گروہ کو دعوت دے رہے ہوں گے،باغی گروہ سے مراد وہی لوگ ہیں جنھوں نے عمار کو جنگ صفین میں قتل کیا تھا۔آپ ﷺ کے ارشاد:’’جنت کی طرف‘‘، سے مراد راہ جنت ہے اور وہ امام کی اطاعت ہے۔جیسا کہ جہنم میں جانے کا باعث امام کی نافرمانی ہے۔آپ ﷺ کے ارشاد:’’وہ عمار کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے‘‘،کا مطلب ہے کہ یہ باغی گروہ عمار کو جہنم کی طرف بلا رہا ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عمار کا قتل صفین میں ہوا،وہ علی رضی اللہ عنہ کی صف میں تھے اور جن لوگوں نے انھیں قتل کیا،وہ معاویہ کے ساتھ تھے،اس وقت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی ، پھران کو جہنم کی طرف دعوت دینے والا قرار دینا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ وہ لوگ اجتہاد کررہے تھے،ان کا گمان تھا کہ وہ جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں،جب کہ حقیقت اس کے برعکس تھی،لیکن اپنے گمان پرعمل کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اگرتم یہ کہو کہ مجتہد کا اجتہاد اگرصحیح ہوتو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگراس کا اجتہاد غلط ہوتو اسے ایک اجر ملتا ہے، پھر یہاں کیا کہا جائے گا؟

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اسی میں اس سوال کا جواب بھی موجود ہے''۔(**عمدة القاری للعینی4/209**)

(۵) علامہ قسطلانی ''ارشادالساری'' میں لکھتے ہیں:

''افسوس اے عمار، عمار ان کو یعنی باغی گروہ کو سبب جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ یہاں باغی گروہ سے مراد معاویہ کے ساتھی ہیں جنھوں نے عمار کو جنگ صفین میں قتل کیا تھا۔ سبب جنت سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اطاعت ہے جو اس وقت امام تھے اور جن کی اطاعت واجب تھی، جب کہ معاویہ کے ساتھی عمار کو سبب جہنم کی طرف بلا رہے تھے لیکن اپنی تاویل کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جائیں گے کیوں کہ وہ مجتہد تھے اور ان کا گمان تھا کہ وہ جنت کی طرف بلا رہے ہیں''۔(**ارشاد الساری1/441-442**)

(۶) شوکانی اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث: ''**تكون أمتي فرقتين، فيخرج من بينهما مارقة يلي قتلهم أولاهما بالحق**'' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**أولاهما بالحق**'' میں اس بات کی دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق پر تھے جب کہ معاویہ اور ان کے ساتھی باطل پر تھے۔ کوئی بھی انصاف پسند اس سلسلے میں کوئی شک نہیں کرسکتا اور انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو متکبر اور کینہ پرور ہو۔ دلیل کے طور پت ابوسعید خدری کی یہ حدیث اور حدیث عمار جو صحیح بخاری میں ہے، کافی ہے جس میں آیا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔(**نیل الاوطار للشوکانی7/195**)

(۷) علامہ آلوسی اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں آیت: ﴿**وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا** ...﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا

ہے، اسی طرح اس حدیث کی تخریج امام بیہقی نے بھی کی ہے، ابن عمر فرماتے ہیں:

ما وجدت فی نفسی من شیء ما وجدت فی نفسی من هذه الآية، يعنی: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ ...﴾ أنی لم أقاتل هذه الفئة الباغية كما أمرنی الله تعالى، يعنی بها معاوية ومن معه الباغين على علی كرم الله تعالى وجهه.

’’قرآن کی آیت: سے جو صدمہ مجھے پہنچا، کسی اور چیز سے نہیں پہنچا کہ میں نے اس باغی گروہ سے جنگ کیوں نہیں کی جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا تھا یعنی اس سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا تھا‘‘۔ (**شهاب الدين محمود بن عبدالله الحسينی، روح المعانی** 13/302-303)

(۸) صنعانی نے ’’سبل السلام‘‘ میں حدیث کی سند پر مفصل کلام کیا ہے اور اس حدیث پر جو طعنہ زنی امام احمد بن حنبل کے حوالے سے ابن جوزی نے نقل کی ہے جیسا کہ سید محمد بن ابراہیم نے ذکر کیا ہے، اس کا تفصیلی جواب دیا ہے، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

والحديث دليل على أن الفئة الباغية معاوية ومن فی حزبه، والفئة المحقة علی رضی الله عنه ومن فی صحبته، وقد نقل الإجماع من أهل السنة بهذا القول جماعة من أئمتهم كالعامری وغيره وأوضحناه فی الروضة الندية. (سبل السلام شرح بلوغ المرام من جمع أدلة الأحكام لعز الدين أبو ابراهيم محمد بن اسماعيل الحسنی 4/402)

’’یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ باغی گروہ سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھ کی جماعت ہے، جب کہ برحق گروہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ اس بات پر اہل سنت کا اجماع ایک جماعت نے نقل کیا ہے جس

میں سرفہرست عامری وغیرہ ہیں۔ہم نے اس کی مزید وضاحت ’’الروضة الندية‘‘میں کی ہے‘‘۔

(۹) شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

والباغون فی عهد الصحابة:معاوية وأصحابه، المعتدلة علی وأصحابه، فبهذا نصرهم أعيان الصحابة، نصروا علياً وصاروا معه كما هو معلوم. (مجموع فتاوی ومقالات متنوعة لعبدالعزيز بن عبدالله بن باز،ص:89-88)

’’عہد صحابہ میں باغی معاویہ اوران کے ساتھی تھے جب کہ معتدل گروہ علی رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب کا تھا۔اسی لیے کبار صحابہ نے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی تھی ،ان کے ساتھی بنے تھے جیسا کہ معلوم ہے‘‘۔

شیخ ابن باز مزید لکھتے ہیں:

وقال صلّی الله عليه وسلّم فی أمر عمار:تقتل عماراً الفئة الباغية فقتله معاوية وأصحابه فی وقعة صفين .فمعاوية وأصحابه بغاة، لكن مجتهدون، ظنوا أنهم مصيبون فی المطالبة بدم عثمان (...) لكن لم يصيبوا فلهم أجر الاجتهاد وفاتهم أجر الصواب (مجموع فتاوی ومقالات متنوعة لعبدالعزيز بن عبدالله بن باز،ص:89-88).

’’نبی اکرم ﷺ نے عمار کے بارے میں فرمایا تھا:عمار کو اک باغی گروہ قتل کرے گا ،معاویہ اور ان کے ساتھیوں نے انھیں جنگ صفین میں قتل کیا تھا ،اس طرح معاویہ اوران کے ساتھی باغی قرار پائے لیکن اس مسئلے میں وہ مجتہد تھے،ان کا خیال تھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبے میں حق بہ جانب ہیں لیکن ان کا یہ اجتہاد درست نہیں تھا،انھیں اجتہاد کا اجر تو ملے گا لیکن اجتہاد کی درستگی کا ثواب نہیں ملے گا‘‘۔

(۱۰)حریز بن عثمان کے قول:''لنا إمامنا ولكم إمامكم ''پر حاشیہ لگاتے ہوئے ڈاکٹر بشار عواد معروف لکھتے ہیں:

يريد لنا معاوية، ولكم علی. قال بشار: ولكن إمامه كان باغياً، وقد أصاب علی فی قتاله، وهذا أمر أجمع عليه فقهاء الحجاز والعراق من أهل الحديث والرأی، منهم: مالک والشافعی، وأبو حنيفة والأوزاعی، والجمهور الأعظم من المتكلمين والمسلمين. (تهذيب الكمال للمزی، تحقيق: بشار عواد معروف 5/575)

''ہمارے امام سے مراد معاویہ اور تمھارے امام سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں۔لیکن ان کے امام معاویہ باغی تھے جب کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگ میں حق بجانب تھے۔اس مسئلے پر حجاز اور عراق کے اہل الحدیث اور اہل الرائے کا اتفاق ہے،جس میں مالک،شافعی،ابوحنیفہ،اوزاعی،متکلمین اور جملہ اہل اسلام شامل ہیں''۔

(۳)معاویہ کی جانب سے دفاع اور عذر تلاش کرنے کی کوششوں کا تجزیہ

دنیا کی تمام زندہ قومیں جو اپنی نسلوں کو ترقی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتی ہیں اور جو ان کے مستقبل کو شاندار بنانا چاہتی ہیں،ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی نظریاتی،فکری اور سیاسی تاریخ کو از سر نو مرتب کریں۔کیوں کہ ظلمت اور ادبار سے باہر نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ ان اساسیات کو سمجھا جائے اور ان سے پیدا ہونے والے اشکالات دور کیے جائیں جن کی وجہ سے زوال وادبار کی مار سہنی پڑی ہے۔یہ بات بری بھی نہیں ہے کہ اپنے اسلاف کی تاریخ کے بعض سیاہ صفحات کی تہہ تک پہنچا جائے،ان کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے اور قوم سے اس کے اثرات کا ازالہ کیا

جائے تاکہ آئندہ ان غلطیوں کے اعادے سے بچا جائے جن کی وجہ سے زوال وادبار کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔

یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ قومیں اپنی تاریخ کے سلسلے میں آزمائش میں ڈالی جاتی ہیں، وہ اپنے اسلاف کی کمیوں اور کمزوریوں کا اظہار نہیں کرنا چاہتیں، ازسرنو اپنے کو منظّم کرنے کے لیے جس مثبت کردار کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا حوصلہ ان کے اندر نہیں ہوتا لیکن دوسری طرف یہ بات بھی درست ہے کہ اسلاف کی ذات کی بڑائی اور ان کی کمیوں اور کمزوریوں پر پردہ ڈالنا اور زوال وادبار کے اسباب کا صحیح اور درست تجزیہ نہ کرنا کسی بھی امت کو راہ ترقی پر گامزن نہیں کرسکتا اور نہ اسے ذلت ادبار سے باہر نکال سکتا ہے۔

اکثر محققین میں یہ بات عام ہے کہ محض اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ لکھنا اور مختلف ادوار میں جو انقلابات آئے، جو گروہ بندیاں وجود میں آئیں اور فکری اور نظریاتی طور پر کو کشمکش ابھری، ان کا مطالعہ اور تجزیہ امت کو مزید پارہ پارہ کرے گا، اسلاف کی تنقیص ہوگی لیکن ایسا نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں میں جو اضطراب پیدا ہو رہا ہے اور معاصر دنیا میں وہ جس تہذیبی اور ثقافتی چیلنج کا مقابلہ کر رہے ہیں، ان کو ہم کیسے حل کرسکیں گے۔

اس لیے مجھے نہیں لگتا کہ تاریخ کا تجزیہ اور مطالعہ نہ کرنے کا مشورہ درست ہے کیوں کہ ہمارے شکوک وشبہات عصری افکار اور تہذیبی رویوں کے تناظر میں دور نہیں ہوسکتے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ اپنی تاریخ ہم دوبارہ لکھیں، اس میں جس قدر تاخیر ہوگی ہماری مشکلات بڑھتی چلی جائیں گی، جو ضروریات اس وقت ہمارے سامنے ہیں، ان میں ترجیح اسی ضرورت کو حاصل ہے۔ اس سے پہلے کہ دوسرے لوگ ہماری تاریخ پر قلم اٹھائیں، آگے بڑھ کر یہ فرض خود ہمیں انجام دینا چاہئے۔

اب تک ہمارے سامنے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث:"تقتله الفئة الباغية" (عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا) کے کئی اہم پہلو سامنے آئے ہیں۔اب وقت آ گیا ہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں تاویلات کا جو ایک سلسلہ ہے اور معاویہ کو طعن سے بچانے کے لیے جو عذر پیش کیے جاتے ہیں،ان پر تفصیلی گفتگو کی جائے۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ اس حدیث کا رخ معاویہ اور ان کی فوج کی طرف ہے۔صرف وہی لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں جو صحابہ کے سلسلے میں پردہ پوشی اور زباں بندی کے خواہش مند ہیں بلکہ وہ لوگ بھی یہی تسلیم کرتے ہیں جو دونوں متحارب گروہوں کے درمیان مصالحت کے قائل ہیں اور اس سلسلے میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کا دروازہ بند کر دینا چاہتے ہیں۔سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین پر کسی قسم کی طعنہ زنی نہ کی جائے،اس کی آڑ لے کر اپنے خیال میں وہ فہم اسلام کا صحیح راستہ دکھا رہے ہیں۔

ہم ذیل میں ایسی تمام تاویلات اور اعذار کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

پہلا موقف

اس سلسلے میں پہلا موقف امام اہل الحدیث احمد بن حنبل کا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر آ چکا ہے کہ وہ اس مسئلے میں اس حدیث کے مدلول پر غور و خوض کرنے کے بجائے سکوت اور خاموشی اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کی سلامتی کا راستہ اپنائے ، نہ کہ اس حدیث سے جو حضرات مراد ہیں،ان کے دین اور کردار کو موضوع گفتگو بنائے۔ یہ موقف احمد بن حنبل کا کوئی نیا موقف نہیں ہے بلکہ وہ ان تمام احادیث کے بارے میں یہی موقف اختیار کرتے ہیں جن سے کسی صحابی کی تنقیص لازم آتی

ہو۔جیسے معاویہ کے سلسلے میں یہ حدیث:"لا أشبع الله بطنه". (اللہ معاویہ کو کبھی آسودگی نصیب نہ کرے)۔

احمد بن حنبل نے معاویہ پر سکوت اختیار کیا اور ان کی فضیلت بیان کی،ان کے اس موقف سے ایک نئے رجحان نے جنم لیا بلکہ معاویہ کی تمام جنگوں اور ان کی نافرمانیوں کو ادب واحترام کے پردے میں چھپانے کی کوشش ہوئی۔

ابن حنبل نے ادب واحترام کا جو تصور پیش کیا،اس کی وجہ سے بہت سے شارحین حدیث نے اہل صفین کو باغی کے وصف سے متصف نہیں کیا بلکہ انھیں ایسے نام دیے جو اس کے خلاف تھے اور شرعی اور اخلاقی اعتبار سے کسی طور درست نہیں تھے۔

مہلب ابوالقاسم ابن ابی صفرہ اندلسی (متوفی:۴۳۵ھ) کی پیروی میں ابوالحسن علی بن خلف بطال (متوفی:۴۴۹ھ) اپنی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

أن الداعين والمدعوين في المقطع الأول والثاني من قوله : (يدعوهم إلى الله ويدعونه إلى النار)هم أهل مكة الكفار!ولا يصح البتة أن يقصد بهم المسلمين أو الصحابة؛ إذ هؤلاء مؤمنون بالله فكيف يدعون إليه؟ وإنما يدعى إلى الله من كان خارجاً من الإسلام.(شرح صحيح البخاري لابن بطال،5/27)

"نبی اکرم ﷺ کے ارشاد میں ہے کہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔اس سے مراد مکہ کے کافر ہیں۔اس سے مسلمانوں اور صحابہ کو مراد نہیں لیا جاسکتا کیوں کہ یہ حضرات تو پہلے سے ہی اللہ پر ایمان رکھنے والے تھے،پھر ان کو ایمان باللہ کی دعوت کا کیا مطلب ہے،اللہ کی طرف بلایا تو اسے جاتا ہے جو اسلام سے خارج ہو"۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وقال ابن بطال تبعاً للمهلب:إنما يصح هذا في الخوارج الذين

بعث إليهم علی عمارا یدعوهم إلی الجماعة، ولا یصح فی أحد من الصحابة. وتابعه علی هذا الکلام جماعة من الشراح. (فتح الباری لابن حجر: 1/542)

''مہلب کی پیروی کرتے ہوئے ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ بات ان خوارج سے متعلق درست ہوسکتی ہے جن کی طرف علی رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ وہ ان کو جماعت کی طرف دعوت دیں۔ یہ بات کسی صحابی کے بارے میں صحیح نہیں ہے۔ کئی ایک شارحین حدیث نے ابن بطال کی یہی بات نقل کی ہے''۔

اس کے بعد ابن حجر نے اس قول کی تردید کی ہے۔ شارحین صحیح بخاری کے درمیان ابن حجر کے علمی مقام کا ہمیں اعتراف ہے لیکن یہاں مقصد ابن حجر کی تنقید ذکر کرنا نہیں ہے بلکہ خاص طور پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بہت سے شارحین حدیث نے ابن بطال اور مہلب کی پیروی کی ہے، اس بات میں کہ یہ حدیث اہل صفین کے سلسلے میں وارد نہیں ہوئی ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دیگر شارحین حدیث نے اس سلسلے میں کیا لکھا ہے اور کس طرح کی تشریح کی ہے۔ اس ذیل میں خاص طور سے میں عینی اور قسطلانی کی عبارتوں کو پیش کرنا چاہوں گا۔ ابن بطال کی رائے کی وضاحت کرنے کے بعد عینی شارح بخاری لکھتے ہیں:

وقال الکرمانی: ویدعوهم، أی: فی الزمان المستقبل. وقد وقع ذلک یوم صفین معجزة لرسول الله صلی الله علیه وسلم، حیث دعا الفئة الباغیة الی الحق وکانوا یدعونه إلی الباطل والبغی. انتهی (أی کلام الکرمانی). قلت (العینی): ظاهر الکلام یساعدالکرمانی ولکن ابن بطال تأدب حیث لم یتعرض إلی ذکر صفین إبعاداً لأهلهاعن نسبة البغی إلیهم، والله أعلم. (عمدة القاری: 14/110)

''کرمانی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: وہ ان کو بلا رہے ہوں

گے۔اس سے زمانۂ مستقبل مراد ہے یعنی وہ ان کو بلائیں گے۔رسول اللہ ﷺ کے معجزے کے طور پر یہ بات جنگ صفین میں ظاہر ہوئی جب عمار نے باغی گروہ کو حق کی طرف بلایا تو انھوں نے ان کو باطل کی طرف آنے کی دعوت دی۔میں (عینی) کہتا ہوں کہ ظاہر کلام سے کرمانی کی تشریح کی تائید ہوتی ہے لیکن ابن بطال نے ادب واحترام کا معاملہ کرتے ہوئے جنگ صفین کا تذکرہ نہیں کیا تاکہ اہل صفین کی طرف باغی ہونے کی نسبت نہ کی جاسکے۔واللہ اعلم''۔

قسطلانی اپنی شرح میں یہ لکھنے کے بعد کہ عمار جن کو بلا رہے تھے، وہ باغی گروہ تھا اور وہ تھے معاویہ اور جن لوگوں نے جنگ صفین میں عمار کو قتل کیا تھا اور ابن بطال کی رائے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والأول هو ظاهر السياق، لاسيما مع قوله:تقتله الفئة الباغية. ولا يصح أن يقال:إن مراده الخوارج الذين بعث علی عماراً يدعوهم إلی الجماعة؛ لأن الخوارج إنما خرجوا علی علی بعد قتل عمار بلا خلاف، فإن ابتداء أمر الخوارج كان عقب التحكيم، وكان عقب انتهاء القتال بصفين، وكان قتل عتمار قبل ذلک قطعاً، لكن ابن بطال تأدب حيث لم يتعرض لذكر صفين إبعاداً لأهلها عن نسبة البغي إليهم .وفيما تقدم من الاعتذار عنهم بكونهم مجتهدين، والمجتهد إذا أخطأ له أجر، ما يكفی عن هذا التأويل البعيد.(ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری للقسطلانی:5/50)

''صحیح مفہوم وہی ہے جو ظاہر سیاق سے ظاہر ہے خاص طور سے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔اس حدیث سے خوارج کو مراد لینا صحیح نہیں ہے جن کی طرف علی نے عمار کو بھیجا تھا کہ ان کو جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں۔کیوں کہ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ خوارج کا فتنہ علی

کے سامنے عمار کی شہادت کے بعد آیا ہے، واقعۂ تحکیم کے بعد خوارج کا آغاز ہوا تھا ،اور واقعۂ تحکیم اس وقت پیش آیا تھا جب جنگ صفین ختم ہوگئی تھی اور ان سب سے پہلے عمار کی شہادت ہو چکی تھی۔لیکن ابن بطال نے ادب واحترام کے پیش نظر جنگ صفین کا ذکر نہیں کیا تا کہ اہل صفینکو بغاوت کی صفت سے متصف ہونے کو دور رکھا جا سکے۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے لیے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس معاملے میں مجتہد تھے اور مجتہد اگر غلطی بھی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے لیکن یہ ایک دور کی تاویل ہے جو کافی نہیں کہی جا سکتی''۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے زیر بحث مسئلہ میں جس سکوت اور خاموشی کو اسلم یعنی زیادہ محفوظ طریقہ بتایا تھا، وہ جا کر ابن بطال اور مہلب کے یہاں اس بات پر ختم ہوا کہ اہل صفین کی طرف باغی ہونے کی نسبت ممنوع قرار دے دی گئی۔اور وہ اس طرح جیسا کہ شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ ادب واحترام کا تقاضا یہی ہے۔جب کہ وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حدیث نبوی میں باغی گروہ سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں۔یہ انتہائی عجیب وغریب معاملہ ہے کہ ابن بطال ادب واحترام کا سہارا لے کر اہل صفین کو باغی نہیں کہتے جب کہ صاحب حدیث نبی اکرم ﷺ واضح طور پر ان کی طرف بغاوت کی نسبت فرماتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ تو کہتے ہیں کہ یہ ایک باغی گروہ ہوگا اور شارحین حدیث کہتے ہیں کہ ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ بغاوت کی نسبت ان کی طرف نہ کی جائے۔

دوسرا موقف

گزشتہ صفحات میں کئی ایک مراجع ومصادر کے حوالے سے ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ معاویہ نے اپنی ذات کی طرف باغی ہونے کی نسبت کا دفاع کرنے کی پوری کوشش کی اور عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ذمہ داری امام علی رضی اللہ عنہ کے سر پر یہ کہہ کر ڈال دی کہ وہی ان کو میدان جنگ میں لے کر آئے تھے۔عمار کو قتل کرنے کی

ذمہ داری ان پر نہیں ڈالی جاسکتی جنھوں نے عملاً انھیں قتل کیا۔ یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ بلاشبہ معاویہ نے یہ بات کہی تھی لیکن امام قرطبی تاریخی طور پر اس کوشش کی تردید کرتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ معاویہ نے ایسی کوئی تاویل ہی نہیں کی تھی چہ جائیکہ وہ معاویہ کی اس تاویل پر کوئی تبصرہ کرتے ،انھوں نے معاویہ کی طرف اس قول کی نسبت کو ہی غلط قرار دے دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وحاش معاوية عن مثل هذا التأويل، والعهدة على الناقل، بل قد حكى عن معاوية أنه قال عندما جاءه قاتل عمار برأسه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: بشروا قاتل ابن سمية بالنار. (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 7/258)

’’معاویہ سے اس جیسی تاویل عقل سے بعید ہے،اس کی تمام تر ذمہ داری اس قول کے ناقل پر عائد ہوتی ہے۔ بلکہ معاویہ کے سلسلے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب عمار کا قاتل ان کا سر لے کر معاویہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے یہ کہا کہ ابن سمیہ کے قاتل کو جہنم کی وعید سنادو‘‘۔

معاویہ کی تاویل کو بعید از عقل قرار دینا خود بعید از عقل ہے، کیوں کہ معاویہ کی یہ تاویل تاریخی اعتبار سے ثابت ہے، رہا سوال اس حدیث کا جس کی طرف قرطبی نے اشارہ کیا ہے، ہماری اپنی تحقیق کے مطابق کتب احادیث، آثار اور سنن میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ایک لمحے کے لیے اگر اس کو صحیح فرض بھی کر لیں تو اس سے معاویہ کی طرف بغاوت کی نسبت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس بات سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ معاویہ نے یہ روایت بیان کی یا نہیں کیوں کہ حدیث کا مقصود تو قاتل سے ہے اور قاتل معلوم ہیں۔

شیخ عثیمین نے جو فرضی موقف اختیار کیا ہے، یہ بعید نہیں ہے حالانکہ انھوں نے بخاری کی اپنی شرح میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ باغی ہونے کی نسبت

اصحاب معاویہ کی طرف کی گئی ہے۔انھوں نے معاویہ کے بجائے اصحاب معاویہ کی طرف یہ نسبت کی ہے۔ پھراس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

قلتُ: أصحاب معاوية؛ لأن معاوية رضی الله عنه قد لا يكون راضياً بذلك، لكن قومه تعجلوا وبادروا للقتال؛ ولهذا قال صلى الله عليه وآله وسلم: تقتله الفئة الباغية فهي فئة. (العثيمين،شرح صحيح البخاری2/36)

''میں کہتا ہوں کہ اس سے اصحاب معاویہ مراد ہیں نہ کہ معاویہ کیوں کہ معاویہ اس حرکت سے راضی ہونے والے نہیں تھے،لیکن ان کی قوم نے عجلت دکھائی اور قتال کرنے لگے۔اسی لیے نبی اکرمﷺ نے فرمایا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور وہ ایک باغی گروہ ہی تھا جس نے عمار کو شہید کیا''۔

مجھے نہیں معلوم کہ شیخ عثیمین اس نتیجے تک کیسے پہنچے کہ معاویہ ان کے قتل سے راضی ہونے والے نہیں تھے کیوں کہ گزشتہ تمام روایات سے معلوم ہورہا ہے کہ عمار کے قتل سے معاویہ کو کوئی رنج وملال نہیں ہوا اور یہی وجہ ہے کہ جب انھیں یہ خبر سنائی گئی تو انھوں نے کہا کہ عمار اگر قتل ہوگئے تو کیا ہوا۔اس طرح کی بات کوئی ایسا شخص کیسے کہہ سکتا ہے جو عمار کے قتل سے خوش نہ ہو،یہ بات اسی کی زبان سے نکل سکتی ہے جو لاابالی ہو اور اس طرح کے قتل کو کوئی اہمیت نہ دیتا ہو۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ شیخ عثیمین ایک گروہ کو قاتل کہہ کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ عمار کو معاویہ نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا تو اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے،ہمیں نہیں معلوم کی پوری اسلامی تاریخ میں کسی مورخ نے براہ راست معاویہ پر قتل کرنے کا الزام عائد کیا ہے۔اگر ان کی مراد یہ ہے کہ قاتل اور باغی صرف گروہ تھا،کوئی فرد نہیں تو ان کی بات کا پہلا حصہ تو صحیح ہوسکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معاویہ اس قتل سے بری الذمہ ہیں۔کیوں کہ وہی تو

اس باغی گروہ کے قائد اور سردار تھے پھر ان کو اس باغی گروہ اور نسبت قتل سے ان کو الگ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

شیخ عثیمین کا یہ کہنا کہ لوگوں نے عجلت مچائی اور قتال کرنے لگے، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صفین میں جنگ ان کی مرضی سے نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اپنی فوج کی وجہ سے جنگ میں اتر گئے تھے تو ان کی یہ بات محض تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے، کوئی اس بات کو صحیح نہیں سمجھ سکتا بلکہ جنگ صفین کا واقعہ خود اس کی شہادت دے رہا ہے جو ان کی تاویل کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔

تیسرا موقف

یہ موقف پہلے دونوں مواقف سے کہیں زیادہ عجیب وغریب موقف ہے جو معاویہ کی اس بات سے صفائی پیش کرتا ہے کہ وہ صفت بغاوت سے متصف تھے، ظالم اور سرکش تھے اور جہنم کی طرف بلانے والے تھے۔ اس تیسرے موقف کو اختیار کرنے والے کا خیال ہے کہ عمار کو تاریکی میں قتل کیا گیا، اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ عمار کے قاتل وہی ہو سکتے ہیں جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ انھوں نے یہ جرم خود کیا اور ذمہ داری معاویہ کی فوج پر ڈال دی۔

صاحب الرحیق المختوم مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

اختلفت الروايات فی تعيين قاتله(قاتل عار). وكان قتله فی الليل حين اشتبک الظلام، فلا غرو أن كان قتله بعض قتلة عثمان بن عفان رضی الله عنه، ثم اتهموا جيش معاوية ليستشهدوا بذلک أنهم علی حق؛ إذ كان حديث قتل عمار علی أيدی البغاة مشهوراً بين الناس، وقتلة عثمان كانوا بغاة دون شک. وهذا الذی يفيده قول معاوية حين قيل له فی ذلک فقال: أنحن قتلناه؟ إنما قتله الذين جاء وا

بـه.(منة المنعم فـي شـرح صـحيح مسلم لصفي الرحمن المباركفوري363/4)

''عمار کے قاتل کی تعیین میں روایات کا اختلاف ہے کیوں کہ ان کا قتل رات میں ہوا تھا جب کہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ بعض قاتلین عثمان نے ہی عمار کو قتل کر ڈالا ہو اور پھر انھوں نے معاویہ کی فوج پر اس کا الزام لگادیا ہو تا کہ وہ اپنے برسرحق ہونے کی شہادت فراہم کرسکیں۔کیوں کہ باغیوں کے ہاتھوں عمار کے قتل کیے جانے کی حدیث عام لوگوں میں مشہور تھی اور بلاشبہ عثمان کے قاتل باغی تھے۔معاویہ کے قول سے بھی یہی نکلتا ہے کہ کیا ہم نے انھیں قتل کیا ہے بلکہ ان کو قتل ان لوگوں نے کیا ہے جو انھیں میدان جنگ میں لے کر آئے تھے''۔

صفی الرحمٰن مبارک پوری کا یہ موقف اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔تاریخ اس موقف کی تکذیب کرتی ہے۔مندرجہ ذیل دلائل سے پتا چل جائے گا کہ یہ محض قیاس آرائی ہے،فرضی باتیں ہیں:

دلیل اول:

کتب احادیث وسنن کے محدثین،مورخین اور کتب سیر وتراجم کے مولفین کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ عمار کو قتل ابوالغادیہ یسار بن سبع جہنی (ان کے اوران کے والد کے نام میں اختلاف ہے) نے کیا تھا اور وہ معاویہ کی فوج میں تھے،وہ عثمان اوران کے طرف داروں سے محبت کرتے تھے۔بے شمار مصادر ومراجع میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔ہم ذیل میں چند حوالے درج کرتے ہیں تاکہ مبارک پوری کے اوہام کا پردہ چاک ہوسکے۔

(ا)ابن عبدالبر''الاستیعاب''میں لکھتے ہیں:

أبو الغادية الجهني:(...) اختلف في اسمه :فقيل :يسار بن سبع،

وقيل:يسار بن أزهر، وقيل اسمه:مسلم .(...) كان محباً لعثمان، وهو قاتل عمار بن ياسر. وكان إذا استأذن على معاوية وغيره يقول:قاتل عمّار بالباب، وكان يصف قتله إذا سئل عنه ولا يباليه.(الاستيعاب لابن عبدالبر 4/1725،رقم الترجمة:3113)

''ابوالغادیہ جہنی کے نام میں اختلاف ہے، کسی نے اس کا نام یسار بن سبع، کسی نے یسار بن ازہر اور کسی نے مسلم بتایا ہے۔ وہ عثمان سے بڑی محبت کرتا تھا، وہی عمار بن یاسر کا قاتل ہے۔ جب وہ معاویہ وغیرہ سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگتا تو اپنے تعارف میں کہتا کہ عمار کا قاتل دروازے پر ہے، جب اس سے اس قتل کے بارے میں سوال ہوتا تو وہ تفصیل سے عمار کو قتل کرنے کی کیفیت بیان کرتا اور اسے ذرا بھی ندامت نہ ہوتی''۔

(۲) ابن اثیر ''اسد الغابہ'' میں ابوالغادیہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وكان من شيعة عثمان،وهو قاتل عمار بن ياسر، وكان إذا إستأذن على معاوية وغيره يقول:قاتل عمار بالباب.وكان يصف قتله لعمار إذا سئل عنه كأنه لا يبالي به (...) وقيل:إن الذى قتل عاراً غيره، وهذا أشهر .أخرجه الثلاثة.(أسد الغابة 238-5/237)

''ابوالغادیہ عثمان کے طرف داروں میں سے تھا، وہی عمار بن یاسر کا قاتل ہے۔ جب وہ معاویہ وغیرہ سے اندر آنے کی اجازت لیتا تو کہا کرتا تھا کہ عمار کا قاتل دروازے پر ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا تو عمار کو قتل کرنے کی کیفیت بیان کیا کرتا تھا ایسا لگتا ہے کہ اسے اس قتل کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمار کو کسی دوسرے نے قتل کیا تھا لیکن اس سلسلے میں شہرت ابوالغادیہ ہی کو حاصل ہے۔ تینوں نے اس روایت کی تخریج کی ہے''۔

تینوں سے ابن اثیر کی مراد جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے،

حافظ ابن مندہ، حافظ ابونعیم اصفہانی اور ابن عبدالبر ہیں۔

(۳) امام ذہبی ''تاریخ الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

قال الدارقطنی وغیرہ: هو قاتل عمار بن یاسر فی صفین. (تاریخ الاسلام للذهبی2/249)

''دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابوالغادیہ ہی نے صفین میں عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا''۔

امام ذہبی مزید لکھتے ہیں:

وشهد صفین مع معاویة من الصحابة (...) أبو الغادیة الجهنی قاتل عمار. (تاریخ الاسلام للذهبی2/308)

''صحابہ میں سے جو حضرات معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں حاضر ہوئے تھے، ان میں ایک ابوالغادیہ جہنی بھی تھے، جو عمار کے قاتل ہیں''۔

(۴) ابن حجر عسقلانی ''تعجیل المنفعۃ'' میں لکھتے ہیں:

أبو الغادیة الجهنی !یسار بن سبع، وقیل غیر ذلک (...)، کان محباً لعثمان، وهو الذی قتل عار بن یاسر، وکان إذا استأذن علی معاویة وغیره یقول: قاتل عمّار بالباب یتبجح بذلک. (تعجیل المنفعة لابن حجر العسقلانی2/519)

''ابوالغادیہ جہنی جن کا نام یسار بن سبع ہے، بعض لوگوں نے ان کے کچھ دوسرے نام بھی لکھے ہیں، وہ عثمان کے محبین میں سے تھے اور انھوں نے ہی عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا۔ ان کی عادت تھی کہ جب وہ معاویہ وغیرہ کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تو اپنے تعارف میں کہتے تھے کہ عمار بن یاسر کا قاتل دروازے پر حاضر ہے''۔ معاصرین میں سے جن لوگوں نے یقینی طور پر ابوالغادیہ کو عمار بن یاسر کا قاتل لکھا ہے، ان میں نمایاں نام علامہ البانی اور شیخ مقبل بن ہادی وادعی کے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: **سلسلة الأحادیث الصحیحه للالبانی 5/18-20،**

الجامع الصحیح مما لیس فی الصحیحین 4/88،الصحیح المسند من دلائل النبوة2/297)

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مبارک پوری نے اختلاف روایات کی آڑ میں عمار کے قاتل کی تحدید میں جو وہم پیدا کرنا چاہا ہے، وہ درست نہیں ہے کیوں کہ مشہور یہی ہے کہ ان کا قاتل ابوالغادیہ تھا۔اگر قاتل کی تحدید میں اختلاف روایت کو کسی پہلو سے درست مان بھی لیا جائے تو اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اس کا تعلق معاویہ اور ان کی فوج سے تھا۔ایسی صورت میں اس فرض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ ان کا قاتل قاتلین عثمان میں سے کوئی تھا۔اس کا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ قارئین قاتل عمار کو امام علی علیہ السلام کی فوج کا فرد سمجھ لیں۔

دلیل ثانی

مبارک پوری نے جو یہ لکھا ہے کہ عمار بن یاسر رات کی تاریکی میں قتل کیے گئے، اس سے ان کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ان کا قاتل غیر معروف ہے،لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ عمار اس وقت قتل کیے گئے جب سورج مائل بہ غروب تھا اور ہم غروب شمس اور تاریکی چھاجانے کے درمیان واضح فرق کو سمجھ سکتے ہیں۔

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عمر، حدثنی عبد الله بن أبی عبادة، عن أبیه، عن لؤلؤة مولاة أم الحکم بنت عمار بن یاسر، قالت: لما کان الیوم الذی قتل فیه عمّار، والرایة یحملها هاشم بن عتبة، وقد قتل أصحاب علی ذلک الیوم حتی کانت العصر، ثم تقرب عمار من وراء هاشم یقدمه وقد جنحت الشمس للغروب، ومع عمار ضیح من لبن، فکان وجوب الشمس أن یفطر فقال حین وجبته الشمس

وشرب الضيح:سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:آخر زادک من الدنیا ضیح لبن .قال:ثم اقترب فقاتل حتی قتل.(الطبقات الکبری لابن سعد 3/195-196،تهذیب الکمال للمزی،البدایة والنهایة لابن کثیر 10/535)

''ہمیں خبر دی محمد بن عمر نے ،وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا عبداللہ بن ابی عبادہ نے ،وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے ،وہ روایت کرتے ہیں ام حکم بنت عمار بن یاسر کی کنیز لؤلؤ ۃ سے،وہ بیان کرتی ہیں کہ جب وہ دن آیا جس دن عمار بن یاسر کو شہید کیا گیا،اس دن علم ہاشم بن عتبہ کے ہاتھ میں تھا۔اس دن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دن بھر جنگ کی یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا۔عمار پیچھے سے ہاشم بن عتبہ کو آگے بڑھتے رہنے کے لیے پُر جوش بنا رہے تھے،اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔اس وقت عمار کے ہاتھ میں دودھ کا پیالا تھا،وہ سورج غروب ہوتے ہی افطار کرنا چاہتے تھے،جس وقت سورج غروب ہوااور انھوں نے دودھ کا پیالا پی لیا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے یہ سنا تھا کہ عمار دنیا میں تمھارا آخری کھانا دودھ بھرا پیالا ہوگا،یہ کہہ کر وہ قریب آئے اور قتال میں مصروف ہوگئے یہاں تک وہ شہید ہوگئے''۔

دلیل ثالث

معاویہ کے ساتھیوں کا عمار کو قتل کرنا یہ کوئی تہمت نہیں ہے،جو ان پر لگا دی گئی ہے، بلکہ گزشتہ صفحات میں جو دستاویزی ثبوت ہم نے نقل کیے ہیں،وہ واضح طور پر اشارہ کرتے ہیں کہ عمار کو قتل کرنے کا ذمہ دار کون ہے۔خاص طور پر وہ بات جو ہم نے عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے سے سنی ہے،اگر معاویہ کی اپنے اس قول سے کہ عمار کو قتل انھوں نے کیا ہے جو ان کو میدان جنگ میں لائے تھے،قاتلین عثمان مراد ہوتے تو پھر وہ ان کے قتل کا الزام علی علیہ السلام پر کیوں لگاتے کیوں کہ علی رضی اللہ

عنہ قاتلین عثمان میں سے نہیں تھے اور پھر علی رضی اللہ عنہ معاویہ کا جواب یہ کہہ کر کیوں دیتے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل خود رسول اللہ ﷺ ہوتے۔ان سب کا واضح مطلب یہی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ معاویہ خود انھیں عمار کو قتل کرنے کا الزام دے رہے ہیں، نہ کہ قاتلین عثمان کو اس فعل شنیع کا ذمہ دار سمجھ رہے ہیں۔معاویہ نے مغالطہ دینے کی جو کوشش کی، اس سے یہی کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔

چوتھا موقف

حدیث عمار کی تاویل میں جو عجیب وغریب باتیں کہی گئی ہیں، ان میں وہ بات بھی ہے جو ابن رجب نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھی ہے۔وہ حدیث کی سند پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور حدیث کے جملے "**تقتله الفئة الباغية**" کو صحیح بخاری کی حدیث میں اضافہ کا شک ظاہر کرتے ہیں جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔باغی گروہ جو اصل مقصود ہے، اس کی شرح کرنے کے بجائے حسن بصری قاضی کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اہل شام سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں اور پھر معاً بعد امام احمد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس معاملے میں سکوت اختیار کرنا ہی ایمان کی سلامتی ہے۔ان سب کے بعد وہ حدیث کے آخری جملہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمار انھیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ انھیں جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے کا عجیب وغریب تجزیہ کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

وقول النبی صلی الله علیه وسلم فی بناء المسجد: ویح عمار، یدعوهم إلى الجنة، ویدعونه إلى النار هو من جنس الارتجاز کما کان یقول فی بناء المسجد فی أول أمره: اللهم إن العیش عیش الآخرة ...فاغفر للأنصار والمهاجرة، ومثل ارتجازه عند حفر الخندق بقول ابن رواحة: اللهم لو لا أنت ما اهتدینا ...ولا تصدقنا ولا

صلینا.(فتح الباری لابن رجب 3/311)

''مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت نبی اکرمﷺ کا یہ ارشاد: **ویح عمار، یدعوهم إلى الجنة، ویدعونه إلى النار**''، بطور رجز تھا جیسا کہ تعمیر مسجد کے وقت سب سے پہلے آپ نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے تھے: **اللهم إن العیش عیش الآخرة ...فاغفر للأنصار والمهاجرة**. اسی طرح کے رجزیہ اشعار آپ نے ابن رواحہ کے خندق کھودتے وقت بھی پڑھے تھے جو اس طرح تھے: **اللهم لو لا أنت ما اهتدینا ...ولا تصدقنا ولا صلینا**''.

اتنی سی بات لکھ کر ابن رجب نے حدیث کی شرح مکمل کردی ہے۔انھوں نے حدیث کے جملے: ''**تقتله الفئة الباغیة**'' کی سند کو مطعون کیا ہے اور اگر اس کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو ان کے بقول اس پر خاموشی اختیار کرنا ہی محفوظ و مامون ہے۔جب کہ حدیث کا دوسرا فقرہ: ''**یدعوهم إلى الجنة، ویدعونه إلى النار**''، محض ایک رجزیہ شاعری ہے، حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں حدیث کے اس مطالعہ میں لکھا ہے کہ اس میں نبی اکرمﷺ کی شخصیت زیر بحث ہے، آپ اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرماتے ہیں وہ قرآن کی زبان ہوتی ہے۔لیکن جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا کہ بعض حضرات امویوں کے گھرانے کے بعض رموز کی پردہ پوشی کے لیے خود کو رسول اللہﷺ کے مقام پر فائز کرلیتے ہیں اور امویوں کی محبت میں اور ان کو طعن و تشنیع سے بچانے کے لیے نبی ﷺ کو ان کے بلند مقام سے نیچے اتار لیتے ہیں۔حدیث نبوی: ''**لا أشبع الله بطنه**'' کی تاویل جس طرح کی گئی ہے، ہم اسے گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔وہاں بھی کس طرح نبی کے فرمان اور منشا کے خلاف حدیث کی تاویل اور تشریح کی گئی ہے۔یہ تمام غیر علمی اور غیر منطقی کوششیں صرف ایک منبع سے غذا حاصل کرتی ہیں اور وہ ہے کہ خطاب نبوی کو اپنے اصل مقام سے ہٹا دیا جائے اور قصداً اس کی

دلالت سے انحراف کر کے متکلم کی منشا کو مجروح کر دیا جائے۔ ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ لغت ان کی تاویل کا ساتھ دے گا یا نہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے کلام فصیح کو بے معنی، لایعنی اور بے مقصد بنا دیتے ہیں۔کاش ابن رجب نے امام احمد کے سکوت والے قول کو ہی اختیار کر لیا ہوتا اور حدیث کی تاویل میں ایسی الٹی سیدھی باتیں نہ لکھتے۔رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کرنے سے بہتر تھا کہ وہ یہی طرز عمل اپناتے ،اس سے وہ بھی ،معاویہ اور ان کے اصحاب بھی بچے رہتے۔رسول اللہ ﷺ کے کلام سے کھلواڑ کرنے کی نوبت تو نہ آتی۔

پانچواں موقف

صدر اسلام میں صحابہ کے دو متحارب گروہوں کے درمیان گفتگو،ان کے مابین اختلافات کا تجزیہ اور کسی ایک کے بارے میں کوئی حکم لگانا ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے اسلامی عقیدہ اور اسلامی سیاست کے کئی ایک پہلوؤں کو متاثر کیا ہے۔اس سے صحابہ کی عدالت اور ان پر کوئی حکم لگانے کے سلسلے میں دو بڑے نظریات سامنے آئے ہیں:

ایک نظریہ تو یہ بنا ہے کہ صحابہ کو ایسا اجتہاد کرنے والا تسلیم کیا جائے جن کا اجتہاد غلط ثابت ہوا ،وہ چونکہ مجتہد تھے،اس لیے ان کے سارے اعمال وافعال کو درست سمجھا جائے۔

دوسرا نظریہ یہ سامنے آیا کہ صحابہ کے ایسے اعمال وافعال کی تصویب نہ کی جائے بلکہ حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے حد سے تجاوز کرنے والے کو گنہگار سمجھا جائے خواہ وہ مجتہد خطا کار ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرے نظریے کی تائید مدرسہ اہل بیت نبوی ﷺ کے افراد کرتے ہیں اور یہی نظریہ بیشتر مسلم علماء رکھتے ہیں جب کہ پہلے نظریے کے حامی اہل سنت خصوصاً محدثین اہل السنۃ ہیں۔

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ سب سے بڑا عذر بعض صحابہ کو طعن سے بچانے کے لیے پہلا نظریہ رکھنے والے حضرات یہی کہتے ہیں کہ تمام صحابہ مجتہد تھے اور اپنی تاویل رکھتے تھے، ان میں کا ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر مستحق اجر وثواب ہے۔ اگر اس کا اجتہاد درست رہا ہو تو اسے دوہرا اجر ملے گا لیکن اگر اجتہاد نے خطا کی ہو تو اسے ایک اجر ملے گا۔ معاویہ نے اسلام، امام علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ، مسلم وحدت کو توڑنے اور ان کے اموال اور حقوق میں جو بے جا تصرفات کیے، اس کو یہ حضرات اسی نظریے سے دیکھتے ہیں۔

اگر میں اس مسئلے سے تعلق رکھنے والے پہلے نظریے کے بارے میں گفتگو کروں اور اس مقولہ: "**ان المجتهد والمتأول المخطیء ماجور**" (خطا کرنے والا مجتہد اور متاول اجر پانے کا مستحق ہے) کے تمام شرعی اور فکری پہلوؤں پر بحث کروں تو بات بہت پھیل جائے گی اور اس تحریر کا جو اصل مقصد ہے، وہ متاثر ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس مقولے کی تفصیلات بہت ہیں اور شاخ در شاخ ہیں، بلاشبہ اس کے بعض پہلو درست ہیں، ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس وقت اس نظریے کے ابعاد پر گفتگو بالکل مناسب نہیں ہے اس لیے ہم یہاں صرف جوہری اختلاف پر اپنا نقطۂ نظر محدود کریں گے۔ اور یہی وہ نقطۂ اختلاف ہے جس میں یہ تمام حضرات گرفتار ہوئے ہیں۔ کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اجتہاد کے جائز ہونے اور خطار کار مجتہد کی طرف سے معذرت کرنے میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ پہلے یہ غور کیا جائے کہ کیا یہ مسئلہ اجتہاد کرنے کے قابل تھا اور خطا کار مجتہد کی تاویل شریعت کے معیار پر تھا اور تلاش حق کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ موجود بھی تھیں، تاکہ غور کیا جاسکے کہ جس موضوع کی تاویل کی گئی ہے یا اس میں اجتہاد کیا گیا ہے، اس کی صحیح نوعیت کیا تھی۔

اگر نظری حیثیت سے ایک لمحے کے لیے اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا زیر بحث مسئلے پر اس کا انطباق ہوتا ہے یا یہ ایک رائے محض ہے، جس کی شریعت میں کوئی

حیثیت نہیں ہے۔

دفاع کے اس پانچویں موقف کا تجزیہ ہم ابن تیمیہ کی تحریر کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں، اس تجزیے سے قارئین اس موقف کی صحت اور عدم صحت کا خود اندازہ کرسکیں گے۔ اور پھر یہ بھی دیکھا جاسکے گا کہ کیا یہ موقف شرعی معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ یہ جو شرط ہم نے رکھی ہے، یہ کسی فرد واحد کی متعین کردہ شرط نہیں ہے بلکہ علمائے اسلام کی ایک بڑی تعداد باہم نبرآزما اور تاویل کرنے والے مجتہدین کے حالات کا جائزہ لیے بغیر یہ فیصلہ نہیں کرتی ہے کہ ہر خطا کار مجتہد اجر کا مستحق ہوا کرتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم ابن تیمیہ کے قول پر گفتگو کریں، ذرا شوکانی کی تحریر پر غور کرلیں جو بہت اہم ہے اور ان کی یہ تحریر ابن حجر عسقلانی کے اس قول پر ایک تبصرہ ہے جس میں انھوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہونے والوں اور ان جنگوں سے توقف اختیار کرنے والوں کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ سب تاویل کرنے والے تھے اور سب کو اجر ملے گا۔ چنانچہ ابن حجر کے اس قول پر تعلیق چڑھاتے ہوئے شوکانی لکھتے ہیں:

وهذا يتوقف على صحة نيات جميع المقتتلين في الجمل وصفين، وإرادة كل واحد منهم الدين لا الدنيا، وصلاح أحوال الناس لا مجرد الملك ومناقشة بعضهم لبعض، مع علم بعضهم بأنه المبطل وخصمه المحق، ويبعد ذلك كل البعد، ولا سيما في حق من عرف منهم الحديث الصحيح أنه :تقتل عماراً الفئة الباغية؛ فإنّ إصراره بعد ذلك على مقاتلة من كان معه عمار معاندة للحق وتماد في الباطل كما لا يخفى على منصف، وليس هذا منا محبة لفتح باب المثالب على بعض الصحابة، فإنا كا علم الله من أشد الساعين في سد هذا الباب والمنفرين للخاص والعام عن الدخول فيه، حتى كتبنا

فی ذلک رسائل....(نیل الأوطار للشو کانی7/59)

''یہ موقوف ہے جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتال کرنے والوں کی نیت پر ،اور یہ کہ ان سب کا مقصد دنیا کے بجائے دین تھا،محض بادشاہت کا حصول اور باہم جنگ وجدال نہیں بلکہ لوگوں کے حالات کی درستگی ان کے پیش نظر تھی ،جب کہ شرکاء میں سے بعض کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ باطل پر ہیں اور ان کا مخالف حق پر ہے۔ یہ بات تو حقیقت سے بہت دور ہے خاص طور پر اس صورت میں جب ان میں سے بعض لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اے عمار تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا،اس کے باوجود عمار کے ساتھیوں سے جنگ حق سے عداوت اور باطل پر سرکشی ہی سمجھی جائے گی جیسا کہ ہر انصاف پسند پر یہ بات روشن ہے۔ یاد رہے کہ ہمارا مقصد یہاں تنقیص صحابہ کا باب کھولنا نہیں ہے کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو اس دروازے کو بند رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہر خاص وعام کو اس سے نفرت دلاتے رہے ہیں یہاں تک کہ ہم نے اس سلسلے میں کئی ایک رسالے بھی لکھے ہیں''۔

علامہ شوکانی کی یہ تحریر صاف بتا رہی ہے کہ خطار کار تاویل کرنے والا مستحق اجر ہے، یہ قول اسی وقت قبول کیا جاسکتا ہے جب خوب چھان بین کرلی جائے اور تاویل کرنے والے کی نیت کا اندازہ کرلیا جائے۔تمام دلائل بھی اسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ پہلے حق اور حقیقت کا پتا کیا جائے گا۔ یہ بات تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس کا انطباق تمام مقاتلین پر نہیں کیا جاسکتا خاص طور پر ان لوگوں پر جن کو باغی گروہ سے متعلق حدیث کا علم تھا،اس کے باوجود وہ جنگ کرتے رہے اور مسلمانوں کا خون بہاتے رہے۔قتال پر ان کا مصر رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عناد اور دشمنی میں باطل پر مسلسل جمے رہے۔

یہ صرف شوکانی کا ہی موقف نہیں ہے بلکہ دوسروں نے بھی یہی موقف اختیار کیا

ہے چنانچہ محمد صدیق خان قنوجی اپنی کتاب ''الروضة الندية'' میں لکھتے ہیں:

وأما الكلام فيمن حارب عليا كرم الله وجهه فلا شك ولا شبهة أن الحق بيده فى جميع مواطنه. أما طلحة والزبير ومن معهم، فلأنهم قد كانوا بايعوه، فنكثوا بيعته بغياً عليه، وخرجوا فى جيوش المسلمين، فوجب عليه قتالهم. أما قتاله الخوارج فلا ريب فى ذلك؛ والأحاديث المتواترة قد دلت على أنهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية. وأما أهل صفين، فبغيهم ظاهر، ولو لم يكن فى ذلك إلا قوله صلى الله عليه وسلم لعمار: تقتلك الفئة الباغية لكان ذلك مفيداً للمطلوب. ثم ليس معاوية ممن يصلح لمعارضة على، ولكنه أراد طلب الرياسة والدنيا بين قوم أغتام، لا يعرفون معروفاً ولا ينكرون منكراً، فخادعهم بأنه طلب بدم عثمان، فنفق ذلك عليهم، وبذلوا بين يديه دماء هم وأموالهم، ونصحوا له، حتى كان يقول على لأهل العراق أنه يود أن يصرف العشرة منهم بالواحد من أهل الشام صرف الدراهم بالدينار.

وليس العجب من مثل عوام الشام، إنما العجب ممن له بصيرة ودين كبعض الصحابة المائلين إليه، وبعض فضلاء التابعين، فليت شعرى، أى أمر اشتبه عليهم فى ذلك الأمر حتى نصروا المبطلين وخذلوا المحقين، وقد سمعوا قول الله تعالى: ﴿فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله﴾، وسمعوا الأحاديث المتواترة فى تحريم عصيان الأئمة ما لم يروا كفراً بواحاً. وسمعوا قول النبى صلى الله عليه وسلم لعمار إنه: تقتله الفئة الباغية . ولولا عظيم قدر الصحابة، ورفيع فضل خير القرون، لقلت: حسب الشرف والمال قد فتن سلف هذه الأمة كما فتن

خلفها، اللهم غفراً.(الروضة الندية شرح الدرر البهية لصديق بن حسين بن علی الحسینی البخاری2/360-362)

''جن لوگوں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اس جنگ اور دیگر تمام مواقع پر حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ جہاں تک سوال طلحہ، زبیر اور ان کے ساتھیوں کا ہے تو انھوں نے علیؓ کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لی تھی لیکن پھر بعد سے اسے ان سے سرکشی اختیار کرتے ہوئے توڑ دیا۔اور مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کے خلاف خروج کیا،علیؓ پر واجب ہو گیا تھا کہ ان کے خلاف جنگ کریں۔ رہا سوال خوارج سے علی رضی اللہ عنہ کا جنگ کرنا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ احادیث اس بات کی شاہد ہیں کہ خوارج دین سے اسی طرح نکل گئے تھے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ رہا سوال اہل صفین کا تو علیؓ کے خلاف ان کی بغاوت ظاہر ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی دلیل نہ ہوتی تو تنہا وہ حدیث رسول کافی ہے جس میں آپ ﷺ نے عمار سے کہا تھا کہ تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور صرف ایک دلیل مقصد اور مطلب کے لیے کافی ہے۔ معاویہ کو یہ مجاز حاصل نہیں تھا کہ وہ علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے لیکن انھوں نے دنیا اور ریاست ایک ایسی قوم کے اندر رہ کر طلب کی جو معروف ومنکر کا ادراک نہیں رکھتی تھی۔ معاویہ نے اس قوم کو یہ کہہ کر فریب دیا کہ وہ عثمان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں، معاویہ نے انھیں دولت دی اور انھوں نے معاویہ کو اپنا خون اور اپنا مال دیا، وہ معاویہ کے خیر خواہ بن کر رہے یہاں تک کہ علیؓ اہل عراق کے متعلق کہا کرتے تھے کہ وہ دس عراقی کو ایک شامی کے بدلے میں دے سکتے ہیں جس طرح درہم دینار کے بدلے تبدیل کیے جاتے ہیں۔ تعجب شام کے عوام پر نہیں بلکہ زیادہ حیرت ان بعض صحابہ پر ہے جو بصیرت اور بصارت رکھتے ہوئے معاویہ کی طرف مائل ہو گئے ،اسی طرح بعض فاضل تابعین بھی معاویہ کی طرف جھک گئے ، مجھے نہیں معلوم کہ اس معاملے میں

انھیں کہاں اشتباہ ہوا کہ وہ باطل پرستوں کی مدد کے لیے سامنے آ گئے اور حق پرستوں کوتنہا چھوڑ دیا۔ جب کہ وہ اللہ کے ارشاد: ﴿فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله﴾ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ انھوں نے وہ متواتر احادیث بھی سن رکھی تھیں جن میں سربراہان مملکت کی نافرمانی کو اس وقت تک حرام کہا گیا ہے جب تک ان سے واضح اور کھلے ہوئے کفر کا ارتکاب نہ ہو۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی سن رکھا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اگر صحابہ کی عظمت اور ان کی قدر و منزلت کا مسئلہ نہ ہوتا اور وہ خیر القرون کے رفیع الشان لوگ نہ ہوتے تو میں یہی کہتا کہ مال اور منصب کی محبت نے اس امت کے اسلاف کو فتنے میں ڈال دیا تھا جس طرح اس امت کے اخلاف فتنوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ سب کی مغفرت فرمائے''۔

علامہ البانی نے ''الروضة الندية'' پر اپنی تعلیق میں صدیق حسن خاں کی اس عبارت پر کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے، نہ نفی کا اور نہ اثبات کا۔ ہاں کتاب کے محقق اور ناشر علی بن حسن حلبی نے احمد محمد شاکر کا حاشیہ لگایا ہے جو انھوں نے محمد صبحی حسن حلاق کے حوالے سے یہ حاشیہ لکھا ہے اور محمد صبحی حسن حلاق ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے کتاب پر البانی کی تعلیقات کو سب سے پہلے ایڈٹ کیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ حاشیہ علامہ البانی کی مرضی سے لگایا گیا ہے یا کتاب کے محققین کا اپنا اجتہاد ہے جو ان کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کر رہا ہے یا پھر البانی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ بہر حال جو بھی ہو یہ حاشیہ اس انتہا پسند نقطۂ نظر کی ترجمانی کر رہا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ غلط تاویل کرنے والا بھی مستحق اجر ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ کا حال ہے۔ یہ نظریہ تاویل کی حقیقت اور اس کی تفتیش کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور ایسا لگتا ہے کہ غلط تاویل کرنے والا اجر پائے گا، اس خیال نے تعبدی حیثیت حاصل کر لی ہے کہ اس کے خلاف سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ آیئے ذرا اس حاشیہ پر غور کرتے ہیں جو

احمد محمد شاکر نے قنوجی کی عبارت پر لگایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

دخل الشارح فی مأزق لا قبل له به، ولا قوة لدیه فیه!فما له وما للصحابة؟ورحم الله أمرأ عرف قدر نفسه!والحاضر یری ما لا یراه الغائب!وهذه الفتن قد تنسی الحلیم نفسه، والذکی عقله!فلا ندری عذر من کان مع معاویة من الصحابة رضی الله عنهم!وقد غلب علی الشارح ما یغلب علی الأعجام من التشیع المزری بأهل الإنصاف!وظهور الحجة، وقیام الأدلة علی أن الحق بجانب علی، لا یسیغ لنا أن نحکم بالبغی علی الصحابة الذین خالفوه، فقد تکون لهم أعذار لا نعلمها !ومآل الجمیع إلی مولاهم؛ یحاسبهم ویقضی بینهم یوم الفصل والله أعلم.(التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة للالبانی 3/503)

''شارح یعنی صدیق حسن خان قنوجی ایک ایسی بندگلی میں چلے گئے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں، اس سے باہر نکلنے کی ان کے پاس قوت بھی نہیں ہے، کہاں وہ اور کہاں صحابہ! اللہ رحم فرمائے اس بندے پر جسے اپنی حیثیت کا ادراک ہو، موجود انسان وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ پاتا، یہ ایسے فتنے تھے جس میں ایک متحمل مزاج انسان اپنی ذات کو بھول جاتا ہے، ایک ذہین آدمی اپنی عقل کھو دیتا ہے، جو صحابہ معاویہ کے ساتھ تھے، ہمیں ان کے عذر کا کوئی علم نہیں، شارح پر عجم کے شیعہ حضرات کے جذبات کا غلبہ ہے، اہل انصاف جو چاہیں کہیں، دلیل خواہ کتنی ہی واضح کیوں نہ ہو، اور علی کے حق بجانب ہونے کے خواہ کتنے ہی دلائل کیوں نہ پیش کیے جائیں لیکن یہ سب ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم علی کی مخالفت کرنے والے صحابہ کو باغی کہیں، ممکن ہے اپنے اس رویے کا ان کے پاس کوئی عذر ہو جسے ہم نہیں جانتے، آج سب اپنے رب کے حضور ہیں، وہی فیصلے کے دن ان کے درمیان فیصلہ

کرے گا اور ان کا حساب لے گا''۔

یہ بات تو واضح ہے کہ اس تحریر میں قنوجی کے کلام کا جواب نہیں ہے، غلط تاویل کرنے والے کے لیے سکوت اور خاموشی اختیار کرنے کے علاوہ اس میں کوئی بات نہیں ہے۔ امام علی علیہ السلام سے جو حضرات برسرِ پیکار تھے، ان کے لیے طرح طرح کے عذر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ہر عذر علم اور عقل کی نظر میں عذر لنگ ہی ہے۔ وہ اسے صحابہ کے خلاف طعن وتشنیع قرار دیتے ہیں۔ (اموی معنی میں صحابہ صرف معاویہ اور ایک مختصر جماعت ہے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوگئی تھی، ورنہ جمہور صحابہ اور اکثریت امام علی علیہ السلام کی فوج کے ساتھ تھی)۔

تلیدی ''الأنوار الباھرۃ'' میں لکھتے ہیں:

قال النووی رحمه الله فی شرح مسلم: قال العلماء: هذا الحديث (حديث: بؤس ابن سمية، تقتلك الفئة الباغية) حجة ظاهرة فی أن عليا رضی الله عنه كان محقاً مصيباً. والطائفة الأخرى بغاة. لكنهم مجتهدون لا لوم عليهم. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج 18/40)

''امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں: علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث'' **بؤس ابن سمية، تقتلك الفئة الباغية** ''(افسوس ابن سمیہ پر تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا) کھلی ہوئی اس بات کی دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کا اقدام درست تھا جب کہ دوسرا گروہ باغی تھا لیکن چونکہ وہ مجتہد تھے، اس لیے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے''۔

میں (عبداللہ بن عبدالقادر تلیدی) کہتا ہوں کہ بات وہی ہے جو امام نووی نے لکھی ہے لیکن ایک صاحب ایمان اور طالب حق کے دل میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے جس کا ہم اہل سنت کے یہاں کوئی حل نہیں پاتے اور وہ اشکال یہ کہ باغی گروہ

کے لیے کہاں امکان باقی رہتا ہے کہ وہ اجتہاد کرے، اجر پائے اوراس پر کوئی گناہ نہ ہو۔ جب کہ عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے یہ بات ان پر واضح ہوگئی تھی کہ امام علی علیہ السلام حق پر تھے،ان کا اقدام درست تھا جب کہ ان کے مخالفین باغی تھے۔
(الأنوار الباهرة بفضائل أهل البيت النبوی والذرية الطاهرة،ص: 71)

عبداللہ بن عبدالقادر تلیدی اس کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عاص،ان کے والد اور معاویہ کی زبان سے بیان کردہ احادیث جن کا تعلق عمار بن یاسر کے قتل سے ہے اوران حضرات کا تعلق باغی گروہ سے ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الحديث من طريقيه أمره واضح، ومع ذلک قد أصروا جميعهم على عداوة الإمام علی وأهل بيته ولعنه على منابرهم حتى بعد موته، فكيف يتفق هذا مع الاجتهاد؟ إننا نأمل الإجابة عن هذا الإشكال من أهل العلم والحق بكل صراحة، وبلا تعسف، ولا تحيز، ولا مداهنة ...علماً بأننا جميعاً من أهل السنة والجماعة وطالبی الحق، ومن أعداء الروافض وغلاة الشيعة.(الأنوار الباهرة بفضائل أهل البيت النبوی والذرية الطاهرة،ص:72)

’’زیر بحث حدیث اپنی دونوں سندوں کے ساتھ واضح ہے،اس کے باوجود یہ تمام حضرات امام علی علیہ السلام اوران کے اہل بیت کی عداوت پر مصر رہے،منبروں سے ان کو ان کی شہادت کے بعد بھی گالیاں دیتے رہے، پھران کے اس رویے کو اجتہاد سے کیسے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ اہل علم اس اشکال کا جواب دیں گے،حق کا اعلان کریں گے اور وہ بھی بغیر کسی تعصب،تحفظ اور مداہنت کے، ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور طالب حق ہیں،روافض اور غالی شیعوں کے خلاف اوران کے دشمن ہیں‘‘۔

عبداللہ بن عبدالقادر تلیدی کا یہی اشکال ہم ابن تیمیہ کے سامنے پیش کرتے

ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ بغیر کسی تعصب، تحفظ اور مداہنت کے ان کا جواب کیا ہوتا ہے یا اس اشکال کو رفع کرنے میں وہ ناکام رہتے ہیں۔

اس موضوع کے سلسلے میں ابن تیمیہ کے نظریات کئی ایک ہیں، ذیل میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

(ا) ابن تیمیہ کبھی تو ان تمام حوادث کی ذمہ داری امام علی علیہ السلام کے سر ڈال دیتے ہیں کیوں کہ ان کے بقول امام علیؑ نے افضل چیز کو ترک کر دیا تھا اور افضل یہ تھا کہ قتال نہ کیا جاتا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

لا يختلف أصحابنا أن ترك على القتال كان أفضل، لأن النصوص صرحت بأن القاعد فيها فى الفتنة خير من القائم، والبعد عنها خير من الوقوع فيها، قالوا: ورجحان العمل يظهر برجحان عاقبته، ومن المعلوم أنهم لم يبدؤوه بقتال. فلو لم يقاتلهم لم يقع أكثر مما وقع من خروجهم من طاعته؛ لكن بالقتال زاد البلاء، وسفكت الدماء، وتنافرت القلوب، وخرجت عليه الخوارج، وحكم الحكمان، حتى سمى منازعه بأمير المؤمنين، فظهر من المفاسد ما لم يكن قبل القتال، ولم يحصل به مصلحة راجحة. وهذا دليل على أن تركه كان أفضل من فعله، فإن فضائل الأعمال إنما بنتائجها وعواقبها، والقرآن إنما فيه قتال الفئة الباغية بعد الاقتتال. (مجموع الفتاوى لابن تيميه442-2/441)

''ہمارے اصحاب کا اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر علیؑ جنگ ترک کر دیتے تو یہ افضل ہوتا کیوں کہ اس باب میں نصوص صریح اور واضح ہیں کہ فتنے کے دور میں گھر میں بیٹھ رہنے والا باہر نکلنے سے اور فتنے سے دور رہنے والا اس میں پڑنے سے بہتر ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عمل کا رجحان، اس کے انجام کے

رجحان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ مخالفین علیؓ نے جنگ کا آغاز نہیں کیا، ایسی صورت میں اگر علیؓ بھی ہتھیار نہ اٹھاتے تو جو لوگ ان کی اطاعت چھوڑ کر نکل گئے، وہ انھیں نہ چھوڑتے لیکن جنگ کرنے کی وجہ سے مصائب میں اضافہ ہوا، خون بہے، دلوں میں نفرت پیدا ہوئی اور ان کے خلاف خوارج اٹھ کھڑے ہوئے۔ دو حکم مقرر کیے گئے یہاں تک کہ ان کے مخالف کو امیر المومنین بنا دیا گیا جس کی وجہ سے وہ خرابیاں پیدا ہوئیں جو جنگ سے پہلے نہیں تھیں، اس جنگ سے کوئی مصلحت بھی سامنے نہیں آئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علیؓ کا جنگ نہ کرنا افضل تھا کیوں کہ اعمال کی فضیلت ان کے نتائج سے طے پاتی ہے اور قرآن کا حکم یہ ہے کہ کسی باغی گروہ سے جنگ اس وقت کی جائے جب وہ خود جنگ میں اتر جائے''۔

ابن تیمیہ اور ان کے اصحاب نے امام علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی صحابہ کرام کی فقاہت پر جو طعنہ زنی کی ہے اور یہ دعوی کیا ہے کہ وہ نصوص سے اور قواعد ترجیح سے ناواقف تھے، اس کو ہم نظر انداز بھی کر دیں تب بھی ابن تیمیہ اس بات سے غافل ہیں کہ جن نصوص سے انھوں نے دلیل لی ہے، وہ عام ہیں اور عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، یہ نص خاص ہے، قواعد فقہیہ کا مقتضی یہ ہے کہ خاص کو عام پر مقدم رکھا جائے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں انصاف کا خون کیا ہے، عمار کو قتل کرنے والی حدیث کو دلیل بنا کر معاویہ پر طعنہ زنی کی گئی ہے اور نتیجے کے طور پر وہی باغی گروہ کے مصداق قرار پاتے ہیں لیکن ابن تیمیہ نے علیؓ کو قتل کی ابتداء کرنے والا بتایا اور ان کے اقدام کو مصائب کے اضافے، خوں ریزی اور دلوں میں نفرت کا بیج بونے کا موجب قرار دیا۔ ٹھیک یہی بات ابن تیمیہ نے اپنی دوسری تصنیف ''منہاج السنہ'' میں ناصبی کی زبان سے کہی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وأما الرافضي: فإذا قدح في معاوية رضي الله عنه، بأنه كان

باغیاً ظالماً، قال له الناصبی: وعلی أیضاً کان باغیا ظالماً لما قتل المسلمین علی إمارته، وبدأهم بالقتال، وصال علیهم، وسفک دماء الأمة بغیر فائدة لهم، لا فی دینهم ولا فی دنیاهم، وکان السیف فی خلافته مسلولاً علی أهل الملة، مکفوفاً عن الکفار. (منهاج السنة النبویة4/389)

''رافضی نے معاویہ پر یہ کہہ کر طعن وتشنیع کی کہ وہ باغی اور ظالم تھے۔اس کے جواب میں ناصبی کہتا ہے کہ علیؓ بھی باغی اور ظالم تھے کیوں کہ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو قتل کیا، جنگ کی ابتداء کی، ان پر چڑھ دوڑے اور امت کا خون بہایا جب کہ اس جنگ سے نہ انھیں دنیا میں کوئی فائدہ پہنچا اور نہ آخرت میں کوئی فائدہ ہوگا، اپنے دور خلافت میں انھوں نے ملت کے خلاف اپنی تلوار میان سے باہر رکھی اور کفار کے خلاف کوئی جنگ نہیں کی''۔

(۲) ابن تیمیہ اپنا دوسرا نظریہ پیش کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو توہین علیؓ نے کی ہے، وہ معاویہ کے ذریعے عمار کو قتل کیے جانے سے کم سنگین نہیں ہے۔جن حضرات نے امام علی علیہ السلام سے اس الزام کی نفی یہ کہہ کر کی ہے کہ عائشہ کے پاس آنے والے اور ان کو اس کام پر آمادہ کرنے والے طلحہ اور زبیر تھے، ان کا جواب دیتے ہوئے ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قیل: وهکذا معاویة لما قیل له: قد قتل عمّار، وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم: تقتلک الفئة الباغیة قال: أو نحن قتلناه؟ إنما قتله الذین جاء وا به حتی جعلوه تحت سیوفنا. فإن کانت هذه الحجة مردودة، فحجة من احتج بأن طلحة والزبیر هما فعلا بعائشة ما جری علیها من إهانة عسکر علی لها، واستیلائهم علیها مردودة أیضاً. وإن قبلت هذه الحجة، قبلت حجة معاویة. (منهاج السنة

النبوية 4/357-358)

''کہا جاتا ہے کہ ٹھیک یہی معاملہ معاویہ کا بھی ہے جب ان کو بتایا گیا کہ عمار قتل کر دیے گئے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، تو معاویہ نے جواب دیا: کیا ہم نے انھیں قتل کیا ہے، ان کو قتل تو ان لوگوں نے کیا ہے جو اپنے ساتھ انھیں میدان جنگ میں لائے اور ہماری تلواروں کے نیچے ڈال دیا۔ اگر یہ دلیل مردود ہے تو وہ دلیل بھی مردود ہوگی جس میں کہا گیا ہے کہ عائشہ کو طلحہ اور زبیر لے کر آئے تھے اور علی کی فوج کے ہاتھوں ان کی توہین ہوئی اور علی کی فوج ان پر چڑھ دوڑی۔ اگر یہ دلیل قابل قبول ہو تو معاویہ والی دلیل بھی قبول کی جائے گی''۔

ابن تیمیہ کی یہ عبارت کئی ایک تاریخی مغالطات کا مجموعہ ہے۔ جیسے علی علیہ السلام اور ان کی فوج پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کا الزام اور پھر قتل عمار سے اس کا موازنہ، اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے تو کہاں اہانت کا معاملہ اور کہاں قتل جیسے سنگین جرم کا ارتکاب؟ اور پھر اس میں اہانت کا کوئی پہلو کہاں سے نکل رہا ہے بلکہ علیؑ کے بعض ساتھیوں نے خطبہ دیا ہے اور کچھ کلمات کہے تھے جس میں ام المومنین سے یہ استدعا کی گئی تھی کہ وہ واپس لوٹ جائیں اور اپنے گھر میں مقیم رہیں۔ تمام حضرات کو علم ہے کہ جنگ موقوف ہو جانے کے بعد کس طرح ان سے احترام و اکرام کا معاملہ کیا گیا اور کس طرح عزت کے ساتھ انھیں ان کے گھر واپس پہنچایا گیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل میں جو باہر نکلیں، اس سلسلے میں صحیح بات یہی ہے کہ وہ صرف اپنی مرضی اور ارادے سے نکلیں تھیں، اور جس چیز کے لیے انھیں نکلنے کی دعوت دی گئی تھی، اس سے انھیں اتفاق تھا، بلکہ وہ خود اس کام کے لیے دوسروں کو نکلنے کی دعوت دے رہی تھیں، ایسا نہیں ہے کہ ان پر دباؤ ڈالا گیا تھا اور نہ کسی نے ان کو ایسا کرنے کے لیے مجبور کیا تھا، اس لیے جنگ جمل میں ان کے نکلنے کی تمام تر ذمہ داری انھیں پر عائد ہوتی ہے۔ ٹھیک یہی بات عمار بن یاسر کے تعلق سے کہی

جا سکتی ہے، امام قرطبی کی تحریر پہلے گزر چکی ہے بلکہ خود ابن تیمیہ بھی یہی کہتے ہیں اور اسی بات کی گواہی تاریخ و آثار کی تمام کتابیں دے رہی ہیں، جن میں جنگ سے متعلق عمار بن یاسر کے موقف کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے قابل ملامت عمار نہیں بلکہ ان کے مخالفین ہیں، وہ تو حق کا ساتھ دینے کے لیے میدان جنگ میں آئے تھے۔

(۳) ابن تیمیہ کا ایک تیسرا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ وہ معاویہ کی تاویل کو غلط اور اسے باطل قرار دیتے ہیں۔ (منہاج السنہ 4/419) لیکن اس کے ساتھ ہی وہ معاویہ پر طعن و تشنیع کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بعض حضرات نے اس حدیث کی صحت میں شکوک کا اظہار کیا ہے، اگر چہ وہ اس کا استدراک یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جماعت کی تاویل اس جماعت سے کرتے ہیں جس نے عملاً عمار کو قتل کیا تھا۔ یا پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رویہ قرآن کی آیت: ﴿وان طائفتان من المومنین... ﴾ کے معارض ہے کیوں کہ یہ آیت باغیوں کو بھی صاحب ایمان تصور کرتی ہے، دونوں جماعتوں میں صلح کرانے کی ترغیب دیتی ہے، اس سے پہلے کہ باغی گروہ کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وأما الحديث الذى فيه إن عماراً تقتله الفئة الباغية فهذا الحديث قد طعن فيه طائفة من أهل العلم .لكن رواه مسلم فى صحيحه، وهو فى بعض نسخ البخارى (...) .وليس فى كون عمّار تقتله الفئة الباغية ما ينافى ما ذكرناه ؛ فإنه قد قال تعالى: ﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ

يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾(الحجرات:10-9) فقد جعلهم مع وجود الاقتتال والبغي مؤمنين إخوة، بل مع أمره بقتال الفئة الباغية جعلهم مؤمنين .(...) ثم إن عماراً تقتله الفئة الباغية ليس نصاً في أن هذا اللفظ لمعاوية وأصحابه، بل يمكن أنه أريد طائفة به تلك العصابة التي حملت عليه حتى قتلته، وهي طائفة من العسكر. ومن رضي بقتل عمار كان حكمه حكمها. ومن المعلوم أنه كان في العسكر من لم يرض بقتل عمّار: كعبد الله بن عمرو بن العاص وغيره، بل كل الناس كانوا منكرين لقتل عمار حتى معاوية.(مجموع الفتاوى لابن تيميه35/74-77)

''وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو اس حدیث پر اہل علم کی ایک جماعت نے طعن کیا ہے لیکن اس کی روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں بھی یہ حدیث پائی جاتی ہے۔عمار کا ایک باغی گروہ کے ہاتھوں قتل کیا جانا ہمارے ذکر کردہ قول کے منافی نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (الحجرات:10-9)''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ

اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں باہم قتال کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف سرکشی اختیار کرنے کے باوجود انھیں مومن کہا ہے بلکہ باغی گروہ جس کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، اسے بھی مومن قرار دیا ہے۔ پھر حدیث کے یہ الفاظ کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، کوئی واضح دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ اس سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ اس سے وہ جماعت مراد ہو جس نے عمار کو قتل کیا تھا اور وہ فوج کی ایک ٹکڑی تھی۔ جو عمار کے قتل سے راضی رہا ہو، اس کا حکم بھی قاتلوں کے حکم جیسا ہوگا اور یہ حقیقت تو معلوم ہی ہے کہ فوج میں عبداللہ بن عمرو بن عاص وغیرہ جیسے بہت سے لوگ تھے جو ان کے قتل سے راضی نہیں تھےبلکہ تمام ہی لوگ حتی کہ معاویہ بھی عمار کے قتل سے خوش نہیں تھے''۔ ابن تیمیہ نے باغی گروہ اور قتل عمار کی جو تاویلات کی ہیں، ان سب کا احاطہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، ان کے جو اقتباسات نقل کیے گئے ہیں، وہ ان کے نظریات کو بیان کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ ان کے مجموع الفتاوی اور دیگر کتابوں کے متعلقہ صفحات دیکھ لے۔

اس وقت ہمارے لیے زیادہ ضروری یہ ہے کہ پانچویں موقف کے تیسرے حصے پر چند تعلیقات لگا کر اس بحث کو ختم کر دیں۔

تعلیق اول

ہمارے گزشتہ مباحث سے یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ باغی گروہ سے متعلق حدیث کی دونوں سندیں صحیح ہیں۔ بعض حضرات کی طرف منسوب کر کے ابن تیمیہ

نے اس حدیث کی صحت میں جو شکوک ظاہر کیے ہیں، وہ قابل اعتناء نہیں ہیں، جب کہ خود ابن تیمیہ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ تعلیق ثانی یہ بات تو کسی حد تک درست ہے کہ باغی گروہ والی حدیث معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے واضح طور پر متعلق نہیں ہے لیکن باغی گروہ کی تفسیر ایسی جماعت سے کرنا جس نے عملاً انھیں قتل کیا تھا یا جو ان کے قتل پر راضی رہا تھا، صحیح نہیں ہے کیوں کہ نزاع کا ایک کنارہ معاویہ کی ذمہ داری کو صاف بتا رہا ہے اور ان کی جماعت کی نشان دہی کر رہا ہے جو ان کے قتل میں عملاً ملوث تھا۔ اور اس کا دوسرا کنارہ اعتراف قتل کی نشان دہی کر رہا ہے جیسا کہ عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے کی زبان پر یہ خود ظاہر ہو گیا۔ یہ دونوں باتیں فہم حدیث کو آسان بنا دیتی ہیں کیوں کہ یہ حضرات جب یہ بات کہی گئی، اس کے قریب تھے اور اس بات کے منطوق و مدلول کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ باغی گروہ کا اس جماعت پر اطلاق جس نے عملاً عمار کو قتل کیا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ باقی لوگ جو اس گروہ کو کھڑا کرنے والے تھے، وہ بھی اس میں شریک تھے۔ اگر ہم باقی لوگوں کو نہ بھی شامل کریں صرف ان لوگوں کو اس میں شامل کریں جو اس قتل سے راضی تھے تب بھی معاویہ کو حدیث کے اطلاق سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ کیوں کہ اس قتل پر ان کی جانب سے عدم رضا کا کوئی اظہار نہیں ہوا اور نہ انھوں نے کوئی بے چینی ظاہر کی بلکہ انھوں نے خبر سننے کے بعد بڑی لاپرواہی دکھائی، اس واقعہ کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور اپنی ذمہ داری بھی قبول نہیں کی۔

تعلیق ثالث

تاویل کرنے والا مجتہد خواہ خطا کرے پھر بھی وہ اجر کا مستحق ہے یا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ اس مقولے سے استدلال اس طرح کے مواقع پر نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ یہ کوئی تعبدی اساس نہیں ہے جس کی تطبیق ہم اپنی مرضی سے

کرلیں۔یعنی یہ ایک قاعدہ اجرائیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ جہاں اجتہاد کی ضرورت ہے اور تاویل کی گنجائش ہے،اس میں اجتہاد کرنے والا اجر کا مستحق قرار دیا جائے گا خواہ وہ اپنے اجتہاد میں غلطی ہی کیوں نہ کرے۔یہ خود اس بات کا متقاضی ہے کہ اجتہاد والے معاملے میں تحقیق سے کام لیا جائے تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ واقعی ایک اجتہادی معاملہ ہے۔اس سے پہلے کہ اس پر اجر پانے یا مغفرت سے نوازے جانے کا حکم صادر کیا جائے۔دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس اصول کی تطبیق اور تنفیذ میں حددرجہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے جب تک معاملہ اجتہادی نہ قرار پائے ،اس میں اجتہاد اور تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہوا کرتی ہے۔معاویہ کے معاملے میں تاریخی حقائق بتاتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں مجتہد ہرگز نہیں تھے۔ خاص طور سے جب کہ امام علی علیہ السلام اور بہت سے مہاجر اور انصار صحابہ اس بات کی شہادت دیتے ہوں کہ معاویہ باغی تھے،حد سے تجاوز کرنے والے تھے،وہ صرف اقتدار چاہتے تھے،مسلمانوں کے مال پر اپنا تسلط جمانا چاہتے تھے۔

تعلیق رابع

اوپر جو بات عرض کی گئی ہے،اس کا اطلاق آیت کریمہ:﴿وان طائفتان من المومنین﴾ پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ جب تک نزاع کے دونوں فریقوں میں صفت ایمان متحقق نہ ہو جائے،اس آیت سے دلیل لینا درست نہیں ہے۔آیت کا پہلا حصہ ایمان سے متصف دو گروہوں میں قتال برپا ہونے کی بات کہتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ دونوں کے درمیان صلح کرائی جائے ۔ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ جنگ کے اسباب ومحرکات کئی ایک ہوتے ہیں مثلاً جہالت اور نادانی،جھوٹا پروپیگنڈہ،یا بامقصد فریب وغیرہ بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جن سے اختلاف،تصادم اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔لیکن یہ آیت خود صفت ایمان کو بغاوت سے اس وقت بدل

دیتی ہے جب دوسرا گروہ صلح پر آمادہ نہ ہو اور پہلے گروہ کے خلاف زیادتی کرنے والا بن جائے۔ یہ آیت پہلی حالت میں صلح کرانے کی دعوت دیتی ہے جب کہ دوسری حالت میں جو کہ بغاوت اور سرکشی کی حالت ہے، باغی گروہ سے جنگ کرنے کی دعوت دیتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس گروہ کے افراد مباح الدم ہیں اور ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ جب یہ گروہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئے اور حق کا اعتراف کرلے، اس وقت بھی قرآن صلح کی بات کہتا ہے لیکن یہ صلح عدل کے ساتھ ہوگی جس کا مطلب یہ ہے کہ باغی گروہ سے وہ سارے حقوق واپس لیے جائیں گے جو اس نے چھینے تھے، اطاعت سے انکار کیا تھا، اس سے اطاعت کرائی جائے گی، قصاص لیا جائے گا، اور مالی تاوان وصول کیا جائے گا کیوں کہ برسرحق فریق کو بہت نقصان پہنچا ہوگا۔

دونوں گروہوں کے درمیان یہ فرق جو آیت واضح کرتی ہے، اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ باہم قتال کا سبب کوئی بھی ہوسکتا ہے لیکن بغاوت وسرکشی صرف ظلم اور عدوان سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے دوسرے گروہ پر ایمان کی صفت چسپاں نہیں کی جاسکتی۔ آیت ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے کہ ہم دونوں گروہوں پر حکم لگانے سے پہلے غور کریں کہ کون ایمان کی صفت سے متصف ہے اور کس پر بغاوت کی صفت لاگو ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جدید وقدیم تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ معاویہ کا گروہ باغی تھا اور تمام تاریخی شواہد یہی بات واضح کررہے ہیں۔

اس آیت میں ایک بڑی لطیف بات یہ ہے کہ آیت مکمل طور پر حدیث نبوی پر منطبق ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ آیت میں پہلے دونوں گروہوں کے لیے لفظ ''طائفہ'' استعمال کیا گیا ہے لیکن جب بغاوت کا ذکر آیا تو اس لفظ کو ''فئی ء'' سے بدل دیا گیا اور اس کے ساتھ ''امر اللہ'' کا لفظ جوڑ دیا گیا اور یہی بات حدیث نبوی میں بھی آئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **''تقتل عماراً الفئة الباغية، يدعوهم الى الله''**۔ یعنی عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور عمار اسے اللہ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔

تیسری بحث

امامان ضلالت اور امامان ہدایت: قرآنی تناظر میں

جب قرآن کریم ایک جہت سے ایمان کا اور دوسری جہت سے بغاوت کا موازنہ کرتا ہے تو پہلے وہ صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور پھر دوسرے مرحلے میں قتال کرنے کا حکم صادر کرتا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں بھی ایک طرح کا تقابل ملتا ہے کہ ایک جہت سے اللہ یا جنت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور دوسری جہت سے جہنم کی طرف بلایا جاتا ہے۔ ان دونوں جہتوں کے باہمی تعلق کی طرح قرآن کریم ایک جہت سے ہدایت کی اور دوسری جہت سے ضلالت پر گفتگو کرتا ہے۔ آئندہ صفحات پر مختصر طور پر ہم یہ موازنہ اس لیے بھی کرنا چاہتے ہیں تا کہ اللہ کی طرف دعوت دینے اور جہنم کی طرف دعوت دینے کی پوری حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں سامنے آجائے۔ اسی سے ان شاء حدیث نبوی میں جو بات کہی گئی ہے کہ عمار ان کو اللہ کی طرف بلا رہے تھے اور وہ عمار کو جہنم کی دعوت دے رہے تھے، کی تصویر پورے طور پر سامنے آجائے۔ تا کہ جو حضرات یہ اصول کہ خطا کرنے والا مجتہد بھی مستحق اجر ہے، لیے پھرتے ہیں انھیں پتا چلے کہ قرآن کریم امامان ضلالت اور امامان ہدایت کے سلسلے میں کیا کچھ بیان کرتا ہے۔

یہاں ہمارا مقصد قرآن کی کوئی تفسیر لکھنا نہیں ہے بلکہ صرف چند آیات کی روشنی میں اس تعلق کو نمایاں کرنا ہے جو قرآن ائمۂ ہدایت اور ائمۂ ضلالت کے درمیان قائم کرتا ہے۔

جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴾[الاسراء: 71]

''جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے۔ پھر جن کا بھی اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہء اعمال پڑھنے لگیں گے اور دھاگے کے برابر (ذرہ برابر) بھی ظلم نہ کئے جائیں گے''۔

یہ آیت کریمہ ایک انسان سے دوسرے انسان کے تعلق کے ابعاد کو اس کی روزمرہ زندگی میں واضح کرتی ہے۔ کیوں کہ انسان اپنے ابنائے جنس سے عمل، تعلیم اور تجارت وغیرہ کے شعبوں میں متنوع تعلقات رکھتا ہے۔ یہ تعلق ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

لیکن یہ آیت صرف معیشت اور عمل کے شعبوں میں تعلق کی نشان دہی نہیں کرتی بلکہ اس سے آگے یہ ہمارے فکر، اخلاقی اقدار اور عقیدہ کے تعلق کو بھی نمایاں کرتی ہے۔ ایک انسان سے دوسرے انسان کا تعلق اپنی اساسیات کے اعتبار سے صرف دنیاوی مصالح کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ دونوں طرف سے اس تعلق کی بنیاد فکری اور عقائدی اشتراک کا بھی ہوتا ہے۔ جوں جوں یہ تعلق مضبوط اور مستحکم ہوتا جاتا ہے، تو ایک طرف اس کی شکل مقتدا اور متبوع کی ہوجاتی ہے اور دوسری طرف وہ تابع اور اقتدا کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

قرآن کی زیر بحث آیت دونوں جہتوں کا ایک ہی حکم بیان کرتی ہے لیکن ایک جہت کو دوسری جہت کے تابع بنا کر دوسری جہت کو اقتدا اور ولایت کا مرکز اور محور بنا کر پیش کرتی ہے۔

عنوان بالا میں ہم نے جو امام کا لفظ استعمال کیا ہے، اسی لفظ امام کی وضاحت کرتے ہوئے امام طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وأولى هذه الأقوال عندنا بالصواب قول من قال :معنى ذلك:يوم ندعو كل أناس بإمامهم الذى كان يقتدون به، ويأتمرون به فى الدنيا، لأن الأغلب من استعمال العرب الإمام فيها ائتم واقتدى به، وتوجيه معانى كلام الله إلى الأشهر أولى ما لم تثبت حجة بخلافه يجب التسليم بها.(جامع البيان عن تأويل آى القرآن لابن جرير الطبرى15/8)

''ہمارے نزدیک درست قول ان حضرات کا ہے جو کہتے ہیں کہ آیت کا معنی ہے کہ جس دن ہم لوگوں کو ان کے ان اماموں کے ساتھ بلائیں گے جن کی وہ اقتداء کرتے تھے اور دنیا میں جن کا حکم مانتے تھے کیوں کہ عرب میں امام کا غالب معنی یہی ہے کہ جس کی اطاعت اور اقتداء کی جائے۔اور کلام الٰہی کے معنی کی توجیہ مشہور معنی کے لحاظ سے کی جائے گی جب تک اس کے خلاف کوئی ایسی مضبوط دلیل نہ مل جائے جس کو تسلیم کرنا واجب ہو''۔

بعض حضرات نے لفظ امام کی نسبت امام جماعت امام علی علیہ السلام کی طرف کی ہے چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

وقال على رضى الله عنه:بإمام عصر هم.(الجامع لأحكام القرآن13/130)

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے ان کے دور کا امام مراد ہے یعنی ہر دور کے لوگ اپنے اپنے دور کے اماموں کے ساتھ بلائے جائیں گے''۔

علامہ شوکانی اپنی تفسیر ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں:

وقال على بن أبى طالب رضى الله عنه:المراد بالإمام:إمام

عـصـرهـم، فيدعى أهـل كـل عـصـر بإمـامهـم الـذى كـانوا يأتمرون بـأمره وينتهون بنهيه.(فتح القدير الجامع بين فنى الرواية والدراية من علم التفسير 3/341)

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے ان کے دور کا امام مراد ہے یعنی ہر دور کے لوگ اپنے اپنے دور کے اماموں کے ساتھ بلائے جائیں گے، جن کے احکام وہ مانتے تھے اور جن کاموں سے وہ منع کرتے تھے، ان سے باز رہتے تھے''۔

جہنم کی طرف بلانے والے ائمہ

جب قرآن مجید تابع اور متبوع کے درمیان تعلق کو خوش گوار انجام بلکہ خواہش اور مرضی کو متبوع کی مرضی میں گم کر دینے سے تعبیر کرتا ہے تو دوسری بہت سی آیات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ تعلق اپنے تمام تر نتائج کے ساتھ آخرت میں بھی سامنے آئے گا بلکہ اس باب میں قرآن مجید کی آیات دنیاوی معاملات سے کہیں زیادہ واضح ہیں۔ جہاں لوگ آخرت میں اپنے اپنے ائمہ کے ساتھ بلائے جائیں گے تو وہیں کچھ ائمہ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے متبعین کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے سلسلے میں فرمایا ہے:

﴿فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾
[القصص: 40-42]

''بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا، اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور روز قیامت مطلق مدد نہ کیے جائیں اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں

میں سے ہوں گے''۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے فرعون اوراس کی قوم کوایسے امام بنادیے جن کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ کے خلاف سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں اور کفر میں ملوث ہیں۔وہ لوگوں کو ایسے اعمال کی دعوت دے رہے ہیں جوجہنم کے اعمال ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴾ کا مطلب ہے کہ قیامت کے دن انھیں اللہ کی جانب سے کوئی مدد نہیں ملے گی جب کوئی مددگار انھیں عذاب دے رہا ہوگا جب کہ وہ دنیا میں باہم ایک دوسرے کی معاونت تمام مشکل حالات میں کیا کرتے تھےلیکن اس دن اس مدد ہر طرح سے کمزور ہوچکی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد: ﴿ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ﴾ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس دنیا میں فرعون اوراس کی قوم کے ساتھ رسوائی چسپاں کردی،ان پر ہمارا غضب نازل ہوا،ہم نے انھیں اسی دنیا میں ہلاک وبرباد کردیااور ہم قیامت کے دن ایک دوسری لعنت بھی ان پر برسائیں گےجس سے وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل ورسوا ہوجائیں گےاور یہ ذلت اور رسوائی دائمی طور پران کے ساتھ رہے گی۔(جامع البیان 18/257-258)

امام بغوی اس آیت کے مختلف الفاظ کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں:
﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً ﴾ یہاں امام سے مراد قائدین اور سردار ہیں۔﴿يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴾یعنی ان کوعذاب سے بچایانہیں جائے گا۔
﴿ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ﴾ یہاں لعنت سے مرادرسوائی اورعذاب ہے۔﴿ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴾یعنی اللہ کی ہر رحمت سے دور رکھے جائیں گےاورملعون ہوں گے۔(معالم التنزیل فی تفسیر القرآن 6/209)

قیادت اور سرداری ایک ایسا معاملہ ہے جس کی رغبت بہت سے لوگوں کے

دلوں میں پائی جاتی ہے۔اوران کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے متبعین اطاعت اور فرماں برداری کا وطیرہ اپنائے رکھیں۔قرآن کریم اہل ایمان کو اپنی صفوں میں مضبوطی پیدا کرنے اور وحدت کلمہ کی دعوت دیتا ہے،اختلاف اور مختلف آراء کے اظہار سے منع کرتا ہے۔دوسری طرف اس تعلق کے دینی اور دنیاوی اسباب بھی بیان کرتا ہے۔کیوں کہ کسی کی اندھی پیروی فرد اور امت کی مستقل حیثیت اور ان کی قدر و قیمت کو ختم کر دیتی ہے،نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی کرامت اور بزرگی تار تار ہو جاتی ہے۔جب کہ اس کا جو دینی پہلو ہے،وہ قائد اور تابع کو شرعی مخالفت کے اندیشے سے دوچار رکھتا ہے جب قائد اپنے حکم نافذ کرنے والا ہو اور تابع اس کی مکمل اطاعت کر رہا ہو تو تابع کی قائد کی متابعت ایک بڑی ذمہ داری عائد کرتی ہے اور تابع سے جو بھی معصیت کے کام سرزد ہوتے ہیں،ان کی ذمہ داری قائد کی ہوتی ہے اور شریعت دونوں کو پابند کرتی ہے کہ وہ ان کاموں کے مرتکب نہ ہوں جن کو شریعت میں حرام کیا گیا ہے۔

امام آلوسی ﴿يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ کی تفسیر میں یہ ائمہ جس بات کی دعوت دے رہے ہیں،اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ کفر اور معصیت کی طرف بلاتے ہیں جو موجب جہنم ہے،یہاں نار کا لفظ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے یا یہاں مضاف کو مقدر مانا جائے گا۔مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ ان کو ضال اور مضل بنا رہے ہیں جس کا انجام جہنم ہے۔(روح المعانی للآلوسی 10/291)

ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں سعید بن عباس رازی سے ان کی یہ بات نقل کی ہے،وہ فرماتے ہیں:

فانظر إذا كنت إماماً أى إمام تكون، فربما نجت الأمة بالإمام الواحد، وربا هلكت بالإمام الواحد، وإنما هما إمامان: إمام هدى، قال الله عز وجل: ﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما

صبروا﴾يعني: على الدنيا. وإنما صاروا أئمة حين صبروا على الدنيا، ولا يكون إمام هدى حجة لأهل الباطل، فإنه قال: ﴿يهدون بأمرنا﴾ لا بأمر أنفسهم ولا بأمور الناس، فقال: ﴿وأوحينا إليهم فعل الخيرات وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وكانوا لنا عابدين﴾، فهذا إمام هدى، فهو ومن أجابه شريكان. وإمام آخر قال تعالى: ﴿وجعلناهم أئمة يدعون إلى النّار﴾ولا تجد أحداً يدعو إلى النار، ولكن الدعاة إلى معصية الله، فهذان إمامان هما مثل من الذين خلوا من قبلكم وموعظة. (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصفهاني، ص: 405)

''غور کرو اگر تم امام ہو تو دیکھو کہ کس طرح کے امام ہو، کیوں کہ بسا اوقات ایک امت ایک امام سے نجات پا جاتی ہے اور دوسری امت ایک ہی امام سے ہلاک بھی ہو جاتی ہے۔ دو طرح کے امام ہوا کرتے ہیں ایک امام ہدایت اور دوسرے امام ضلالت۔ امام ہدایت کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: **﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا﴾** یہاں مراد دنیا پر صبر کرنا ہے، جب انھوں نے دنیا میں صبر اختیار کیا تو امام بن گئے اور یہ بھی یاد رہے کہ کبھی بھی کوئی امام ہدایت اہل باطل کے لیے حجت نہیں ہوتا، کیوں کہ اللہ نے فرمایا ہے: **﴿يهدون بأمرنا﴾** یعنی وہ لوگوں کو راہ ہدایت ہمارے حکم سے دکھاتے ہیں، اپنی مرضی سے نہیں اور نہ لوگوں کے حکم دینے سے ایسا کرتے ہیں۔ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا: **﴿وأوحينا إليهم فعل الخيرات وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وكانوا لنا عابدين﴾** ''اور ہم نے وحی کے ذریعے کار خیر کرنے، نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے''۔ ایسا امام امام ہدایت ہے، پس وہ اور جو اس کی دعوت پر لبیک کہے دونوں آیت کے حکم میں شامل ہیں۔ رہا دوسرے قسم کا امام تو اللہ

نے فرمایا ہے:﴿وجعلناهم أئمة يدعون إلى النّار﴾ ''اور ہم نے ان کو ایسا امام بنایا ہے جو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں''۔لیکن آپ بہ ظاہر کسی امام کو جہنم کی طرف بلانے والا نہیں پائیں گے، ہاں وہ اللہ کی نافرمانی کی دعوت لوگوں کو ضرور دیتے ہیں ۔اس طرح یہ دونوں قسم کے امام تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں، ان کی تمثیل ہیں اور عبرت وموعظت کا سامان ہیں''۔

ان دونوں اماموں کا تعلق امت کی نجات اور اس کی ہلاکت سے ہے، ایک حاکم کی حیثیت امت میں کیا ہوتی ہے اور اس کے کیا فرائض ہیں، اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ گمراہ اماموں کے تعلق سے ظاہر فرمایا ہے۔ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إنها أخاف على أمتي الأئمة المضلين.(مسند أحمد37/77)

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف گمراہ اماموں سے ہے''۔

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ اضافہ بھی ملتا ہے:

وإذا وضع في أمتي السيف لم يرفع عنهم إلى يوم القيامة. (مسند أحمد37/79)

''جب میری امت میں تلوار گردنوں پر رکھ دی جائے گی تو پھر قیامت تک وہ تلوار گردنوں سے جدا نہیں ہوگی''۔

بعض شارحین حدیث نے اس زمانے کی تحدید کی ہے جس میں امت میں تلوار گردنوں پر رکھ دی جائے گی تو انھوں نے معاویہ کے زمانے پر انگلی رکھی ہے۔امام نووی، عظیم آبادی اور ملا علی قاری نے یہی زمانہ متعین کیا ہے۔(ملاحظہ فرمائیں: **عون المعبود شرح سنن أبي داود للعظيم آبادی11/218**)

ملا علی قاری تو حدیث کے جملے:''**لم يرفع عنها إلى يوم القيامة**''پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد ابتدىء فى زمن معاوية وهلم جرا، لا يخلو عنه طائفة من الأمة.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح 8/3801)

''اس کا آغاز معاویہ کے زمانے سے ہو چکا ہے اور آج تک جاری ہے، امت کا کوئی گروہ اس مصیبت سے محفوظ نہیں ہے''۔

ہمارے حکم سے راہ ہدایت دکھانے والے ائمہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ. وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾ [الأنبياء73-72]

''اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اس پر مزید۔ اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوۃ دینے کی وحی (تلقین کی)، اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے''۔

ایک دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾[السجدة24-23]

''بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس آپ کو ہرگز اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا چاہئے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

یہ دونوں آیات کریمہ ان آیات کے مقابل ہیں جن کا تذکرہ ان سے پہلے ہو چکا ہے۔ یہ آیات ائمہ کی ایک دوسری قسم سے متعلق ہیں جو پہلی قسم سے بالکل مختلف ہے۔ البتہ ائمہ کی دونوں قسمیں بعض نقاط میں مشترک ہیں اور بعض میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا۔ جس نقطے پر دونوں متفق یا دونوں میں اشتراک ہے، وہ ہے اللہ کی طرف سے ایسا کیا جانا یعنی اللہ نے ہر ایک قسم کے امام کے لیے راستہ آسان کر دیا کہ وہ ایک جماعت کی قیادت کریں، اس منصب جلیل کے لیے جو اسباب و وسائل درکار تھے، وہ بھی اللہ نے فراہم کر دیے۔ یہ منصب تھا تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لینے کا اور اپنے متبعین کی رہنمائی کا، لیکن یہاں اللہ کی طرف سے بنائے جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے لیے ان کے اختیارات سلب کر لیے ہیں کہ وہ امام بنیں یا نہ بنیں۔ جس طرح ایک ظالم اگر اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے تو ذمہ داری سے اسے عہدہ برآ نہیں قرار دیا جا سکتا یا کسی صاحب فضیلت شخص سے اس کے اچھے کاموں کی صلاحیت کو سلب نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہاں اللہ کی تیسیر (سہولت فراہم کرنے) کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ نے ہر انسان کو اختیار بخشا ہے، وہ اپنی مرضی سے اپنے لیے راستہ منتخب کر سکتا ہے لیکن یہ انتخاب بھی مشیت الٰہی کے تابع ہے۔

یہ دونوں امام جس چیز میں مشترک ہیں، وہ ان کا وہ کردار ہے جو اپنے اثرات ڈالتا ہے اور دوسروں کو اپنے رویے سے متاثر کرتا ہے۔

اس تفصیل پر ہم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ پہلی قسم کے ائمہ وہ ہیں جو امت کو پورے طور پر ہلاکت میں دال دیتے ہیں، وہ صرف دنیاوی اعتبار سے عوام کے لیے ضرر رساں نہیں ہوتے بلکہ اخروی لحاظ سے بھی ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ جب کہ دوسرے قسم کے ائمہ اپنی توجہ کار خیر پر مرکوز رکھتے ہیں، اللہ کی توحید کا علم بلند کرتے ہیں، اور اسلامی شریعت جیسے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں۔

امام طبری فرماتے ہیں:

وقوله تعالى: ﴿وجعلناهم أئمة يهدون بأمرنا﴾، يقول تعالى ذكره: وجعلنا إبراهيم واسحاق ويعقوب أئمة يؤتم بهم فى الخير فى طاعة الله فى اتباع أمره ونهيه، ويقتدى بهم ويتبعون عليه (...) وقوله: ﴿يهدون بأمرنا﴾ يقول: يهدون الناس بأمر الله إياهم بذلک، ويدعونهم إلى الله وإلى عبادته. (جامع البيان16/317)

''اللہ کے ارشاد: ''اور ہم نے ان کو ایسے امام بنادیے جو ہمارے حکم سے لوگوں کوراہ ہدایت دکھاتے ہیں''، کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو ایسا امام بنادیا جو اللہ کے اوامر اور نواہی کے سلسلے میں خیر کے کاموں میں ان کی قیادت کرتے ہیں، عوام ان کی اقتداء بھی کرتے ہیں اور ان کی پیروی بھی اختیار کرتے ہیں۔ ''ہمارے حکم سے عوام کوراہ ہدایت دکھاتے ہیں''، کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کی روشنی میں عوام کی رہنمائی کرتے ہیں، ان کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی عبادت بجالانے کا حکم دیتے ہیں''۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

﴿وجعلناهم أئمة﴾ أى يقتدى بهم، ﴿ ويهدون بأمرنا﴾ أى: يدعون إلى الله بإذنه، ولهذا قال: ﴿وأوحينا إليهم فعل الخيرات وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة﴾ من باب عطف الخاص على العام ﴿ وكانوا لنا عابدين﴾ أى: فاعلين لما يأمرون الناس به. (تفسير القرآن العظيم5/354)

''اور ہم نے ان کو ایسا امام بنادیا جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور جو اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، اسی لیے اللہ نے آگے فرمایا: اور ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ کار خیر انجام دیں یعنی نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کریں، یہ عام پر خاص

کا عطف ہے اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے یعنی جس چیز کا لوگوں کو حکم دیتے تھے،اس پر عمل پیرا رہتے تھے‘‘۔

ابن کثیر مزید لکھتے ہیں:

وقوله:﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون﴾ أى:لما كانوا صابرين على أوامر الله، وترك زواجره، وتصديق رسله واتباعهم فيها جاء وهم به، كان منهم أئمة يهدون إلى الحق بأمر الله، ويدعون إلى الخير، ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، ثم لما بدلوا وحرفوا وأولوا سلبوا ذلك المقام وصارت قلوبهم قاسية يحرفون الكلم عن مواضعه، فلا عملاً صالحاً، ولا اعتقاداً صحيحاً، ولهذا قوله تعالى﴿وجعلنا منهم أية يهدون بأمرنا لما صبروا﴾.قال قتادة وسفيان:لما صبروا عن الدنيا.وكذلك قال الحسن بن صالح، قال سفيان :هكذا كان هؤلاء ، ولا ينبغي للرجل أن يكون إماماً يقتدى به حتى يتحامى عن الدنيا.(تفسير القرآن العظيم6/371)

’’اللہ کے ارشاد:اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے،اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے‘‘،کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے اوامر پر جمے رہے،اس کے نواہی سے بچتے رہے ،اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے اور جو شریعت وہ لائے ،اس کی اتباع کرتے رہے تو ان میں ایسے امام ابھرے جو حکم الٰہی سے انھیں حق کی دعوت دینے لگے،کار خیر کی طرف بلانے لگے،انھیں معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے رہے لیکن جب انھوں نے شریعت بدل ڈالی،اس میں تحریف کردی اور اس کی الٹی سیدھی تاویل کرنے لگے تو یہ مقام بلند ان سے چھین لیا گیا اور پھر ان کے

دل سخت ہو گئے، وہ کلمات الٰہی میں تحریف کرنے لگے تو اس کے بعد نہ ان کا کوئی عمل صالح رہ گیا اور نہ ان کا عقیدہ ٹھیک رہ گیا۔ اللہ کا ارشاد: اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے''، یہی معنی دیتا ہے۔ قتادہ اور سفیان کہتے ہیں کہ دنیا سے وہ کنارہ کش رہے، یہی بات حسن بن صالح نے بھی کہی ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ وہ اسی کردار کے حامل تھے، کسی انسان کے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کا مقتدی امام بنے اور پھر دنیا سے چمٹا رہے''۔

عمار انھیں جنت کی طرف اور وہ انھیں جہنم کی طرف بلا رہے تھے

اس بحث کو ہم اس حدیث نبوی سے ختم کریں گے جو عمار اور باغی گروہ سے متعلق ہے۔ تاکہ قارئین کرام اس خطاب نبوی کو قرآن کے سیاق میں دیکھ سکیں۔ قرآن کریم اس ذات گرامی کے خطاب کی وضاحت کرر ہا ہے جو اپنی خواہش سے کبھی کلام نہیں کرتے۔ خطاب نبوی اور خطاب قرآنی میں صرف ایک جہت سے تعلق نہیں ہے بلکہ تمام جہات سے اس کا مکمل تعلق ہے۔ جس طرح خطاب نبوی وضاحت کرتا ہے خطاب قرآنی کی، اسی طرح خطاب قرآنی سے خطاب نبوی کی توضیح ہوتی ہے۔ خطاب قرآنی کی روشنی میں جب ہم خطاب نبوی پر غور کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ عمار باغی گروہ کو جنت اور سبب جنت یعنی اللہ کی اطاعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور وہ ہے امام برحق کی اطاعت۔ جب کہ ان کے مخالفین انھیں ایک ایسے امام کی اطاعت کی طرف بلا رہے ہیں جس کا انجام جہنم ہوگا۔

ہمارے لیے بہت اچھا ہے کہ تیسری بحث کا اختتام اور اس فصل کا اختتام ان احادیث نبویہ سے کریں جن میں ائمۂ ضلالت کے انجام کی خبر دی گئی ہے۔ اور آخرت میں ان کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے، اس سے خبردار کیا گیا ہے۔ یہ ائمہ ضلال کا ایک نیا وصف ہے جو ہمیں نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے

،اسی کے ساتھ وہ اوصاف بھی شامل کرلیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور جو گزشتہ صفحات میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے کہ کس طرح امام علی علیہ السلام نے ان احادیث کو معاویہ پر چسپاں کیا ہے اور ان کو ان احادیث کا مصداق بتایا ہے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں اپنی سند سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عمر أنه قال:سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول:لکل غادر لواء ینصب لغدرته.(صحیح البخاری4/104،رقم الحدیث:3188)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دغا باز کے لیے (قیامت کے دن) ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی دغا بازی کی علامت کے طور پر (اس کے پیچھے) گاڑ دیا جائے گا''۔

صحیح بخاری میں یہ روایت بھی ہے:

عن ابن عمر:أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:إنا الغادر یرفع له لواء یوم القیامة، یقال:هذه غدرة فلان بن فلان.(صحیح البخاری 8/41،رقم الحدیث:6177)

''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عہد توڑنے والے کے لیے قیامت میں ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دغا بازی کا نشان ہے''۔

امام مسلم اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

عن ابن عمر، قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:إذا جمع الله الأولین والآخرین یوم القیامة یرفع لکل غادر لواء، فقیل:هذه غدرة فلان بن فلان.(صحیح مسلم 3/1359،رقم

الحدیث: 1735)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ جب پہلے آنے والوں اور بعد میں آنے والوں کو جمع کرے گا تو بدعہدی کرنے والے ہر شخص کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے''۔

امام احمد نے اپنے مسند میں اس مضمون کی کئی ایک روایات نقل کی ہیں لیکن یہاں ہم صرف ان کی ذکرکردہ بشر بن حوشب کی روایت ذکر کرتے ہیں:

عن بشر بن حرب أنه سمع ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم عند حجرة عائشة يقول: ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة، ولا غدرة أعظم من غدرة إمام عامة. (مسند أحمد 9/277، رقم الحديث: 5378)

''بشر بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ہر بدعہدی کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور عمومی امام کے ساتھ بدعہدی سے بڑی کوئی بدعہدی نہیں ہے''۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان صفات کے مصداق کی تعیین کرتے ہوئے فرمایا:

والله ما معاوية بأدهى منّي ولكنّه يغدر ويفجر - ولولا كراهية الغدر لكنت من أدهى الناس - ولكن كل غدرة فجرة وكل فجرة كفرة - ولكل غادر لواء يعرف به يوم القيامة - والله ما أستغفل بالمكيدة ولا أستغمز بالشديدة. (نهج البلاغة، ص: 506)

''اللہ کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں ہیں، لیکن وہ فریب سے کام

لیتے ہیں اور دشنام طرازی کرتے ہیں، اگر دھوکہ دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ہوشیار ہوتا لیکن ہر دھوکے کے ساتھ فسق وفجور ہے اور ہر فسق وفجور کے ساتھ کفر ہے، قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے اس دھوکے باز کو عام لوگ پہچانیں گے، قسم اللہ کی! میں کسی مکر وفریب سے غافل نہیں ہوں اور کسی مشکل وقت کو نظر انداز کرتا ہوں''۔

☆☆☆☆☆